

Title : Daman-e-Gulzar
(urdu poetry)

Author : DR Bano Tahera Sayeed

Price : Rs 75=00

press : Aijaz Printing Press
Chattr Bazar Hyd.

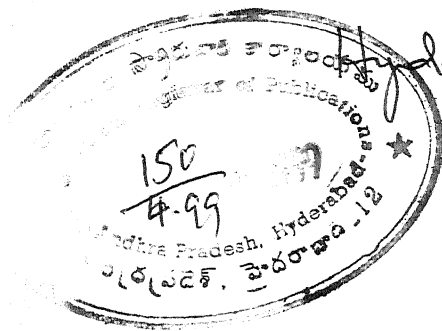
Publisher : Soughat-e-Nazer
11-3-723, Mallapalli, Hyd-1

Pages .. 248

Year of publication : Feb. 1999

Address :- DR Bano Tahera
Sayeed

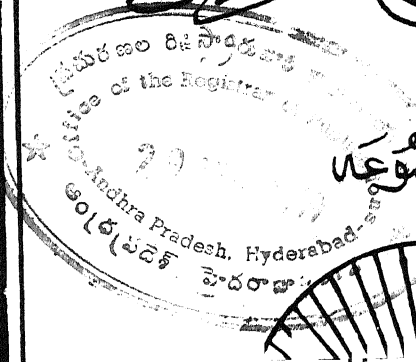
Green View, Shantinagar



Hyderabad 500028
AP

250 / Kof

گلزارِ گلشن

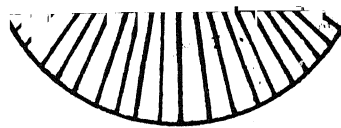


شعری مجموعہ

Acc. No.

715

ذہن پر جب ہو تنہا اور نہ کچھ اچھا لگے
دل کو ملتی ہے تسلی دامن گلزار میں



ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید
ڈی لٹ

تعداد اشاعت:	پانچ سو
سن اشاعت:	فروری ۱۹۹۹ء
کتابت:	شفیع اقبال
سر ورق:	ریاض، خوشنویس
طباعت:	اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار - حیدرآباد
ترتیب و نمبریں:	مومن خاں شوق

قیمت: ۵۷ روپے

ناشر: سوغاتِ نظر پبلیکیشنز

اشرف دلا، 723-3-11، ملے پٹی، حیدرآباد-۵۰۰۰۵۵

کتاب ملنے کے پتے:

* ڈاکٹر بانو طاهرہ سعید ”گمین دیوہ“ شانتی نگر - حیدرآباد-۵۰۰۰۲۸
 * ادارہ ”سوغاتِ نظر“ اشرف دلا، 723-3-11، ملے پٹی - حیدرآباد۔

(فون نمبر: 3343222)

انتساب

ایک گُن گانے والے کے نام

715

ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید (ڈی۔ بی۔ ایس۔)

ترتیب و ترتین

- ۱۵-۹ صلاح الدین نیر — ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید — کہکشاں بکھیرنے والی شاعرہ۔
- ۱۸-۱۶ ہاشم حسن سعید — ہندوستانی تہذیب کی سفیر ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید — ہندوستانی تہذیب کی سفیر
- ۱۹ یلقیس علاء الدین — بانو کی شاعری حقیقی جذبات کا مظہر —
- ۲۱-۲۰ کرار کاظمی — ستارہ دکن ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید —
- ۲۲ — — — — —
- ۲۲-۲۳ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید — اپنی بات

حمد و ثناء:

- ۳۶ زندگی میں کہیں سُرو نہ ہیں — ۲۵ — — — — —
- ۳۷ یہ پھول کس نے بکھیرے ہیں — ۲۶ — — — — —
- ۳۸ دل بخت گال، لالہ رُخاں — ۲۷ — — — — —
- ۳۹ وہ جس کا دل میں تصور ہے ... — ۲۸ — — — — —
- ۴۰ سُن کے وہ میرا نام چونک اٹھا — ۳۰ — — — — —
- ۴۱ جھوٹا سموم کا ہوں ... — ۳۱ — — — — —
- ۴۲ کس کی یہ روشنی ہے ... — ۳۲ — — — — —
- ۴۳ مدد نہ مانگ یہاں چارہ گر ... — ۳۳ — — — — —
- ۴۴ تیرا ایسے کہ خفا ہو جیسے — ۳۴ — — — — —
- ۴۵ کوئی بتلائے آخر ہم کہاں ہیں — ۳۵ — — — — —
- ۴۶ وحشتیں کیوں اور پڑھ جاتی ہیں — ۳۶ — — — — —
- ۴۷ — — — — —
- ۴۸ — — — — —
- ۴۹ — — — — —
- ۵۰ — — — — —
- ۵۱ — — — — —
- ۵۲ — — — — —
- ۵۳ — — — — —
- ۵۴ — — — — —
- ۵۵ — — — — —
- ۵۶ — — — — —
- ۵۷ — — — — —
- ۵۸ — — — — —
- ۵۹ — — — — —
- ۶۰ — — — — —
- ۶۱ — — — — —
- ۶۲ — — — — —
- ۶۳ — — — — —
- ۶۴ — — — — —
- ۶۵ — — — — —
- ۶۶ — — — — —
- ۶۷ — — — — —
- ۶۸ — — — — —
- ۶۹ — — — — —
- ۷۰ — — — — —
- ۷۱ — — — — —
- ۷۲ — — — — —
- ۷۳ — — — — —
- ۷۴ — — — — —
- ۷۵ — — — — —
- ۷۶ — — — — —
- ۷۷ — — — — —
- ۷۸ — — — — —
- ۷۹ — — — — —
- ۸۰ — — — — —
- ۸۱ — — — — —
- ۸۲ — — — — —
- ۸۳ — — — — —
- ۸۴ — — — — —
- ۸۵ — — — — —
- ۸۶ — — — — —
- ۸۷ — — — — —
- ۸۸ — — — — —
- ۸۹ — — — — —
- ۹۰ — — — — —
- ۹۱ — — — — —
- ۹۲ — — — — —
- ۹۳ — — — — —
- ۹۴ — — — — —
- ۹۵ — — — — —
- ۹۶ — — — — —
- ۹۷ — — — — —
- ۹۸ — — — — —
- ۹۹ — — — — —
- ۱۰۰ — — — — —

- ۴۹ گم گشتہ ستارے کو نظر...
 ۵۰ کاش وہ خضر رہتا ہو جائیں
 ۵۱ کہتے... رسمِ محبت نہیں رہی
 ۵۲ میں نے کیا اضافہ تھا...
 ۵۳ یہ سوچا نہ تھا بے خیر جائے گا
 ۵۴ خود ہی ادائے خاص سے آیا
 ۵۵ خود اپنے آپ میں ڈوبا ہوا...
 ۵۶ نہ انتظار رہا، پھر نہ انتظار رہا
 ۵۷ ایسے جو جستجو تھے...
 ۵۸ اگرچہ بے بضاعت بے لوا ہوں
 ۵۹ شکوں پرورد کوئی ممکن نہیں ہے
 ۶۱ دیا تھا ساتھ جس کا...
 ۶۲ کتنا سُندر خواب پھولوں کا
 ۶۳ برسوں کے خواب لمحوں میں...
 ۶۴ تہمت لگانے والوں کو...
 ۶۵ پٹہ ہا لکھا ہے یہ ظاہر تھا...
 ۶۶ رنگ میسر خون کا باقی...
 ۶۷ کیا ہو گیا کہ دل میرا...
 ۶۸ اگر ہے خون رشتہ تو خون بہانے دو
 ۶۹ آج بھی درد سا نردِ رگ جاں...
- ۴۰ انہیں کی ہلک گلتا نوں میں ہے
 ۴۱ تعاضہ تھا وفا داری کا...
 ۴۲ ہوگی عادت پھر بھی تو...
 ۴۳ یوریش رنجِ عالم میں...
 ۴۴ کبھی نہ ہاتھ ملائیں گے...
 ۴۵ مٹ گئی رسمِ وفا یہ بھی...
 ۴۶ پروردہ خزاں تھے مگر ہم جادھر گئے
 ۴۷ مجھے بھی ضد ہے سدا
 ۴۸ مکرنا ہے غم چھپانے کو
 ۴۹ تلاطم گر ہو کیا زندگی ہے
 ۵۰ زندگی اپنی بسر کیسے کروں
 ۵۱ کیسے سناؤں ظاہر طوفانی داستاں
 ۵۲ وصالِ روح ہے امکانِ لب کشائی کیا
 ۵۳ ہکتے خوابوں کی تعبیر مل گئی ہوگی
 ۵۴ بیسویں صدی کے ہم شاعر یہ پیشاں ہیں
 ۵۵ دھوپ کی حدت ہے سر پر...
 ۵۶ بے سبب جو درپے آزار تھے
 ۵۷ دل مانتا نہیں ہے کہ...
 ۵۸ قرار لے کے دلِ بے قرار میں آؤ
 ۵۹ مئے اُلفت کا پھر سے جام آئے

- ۱۱۲ گُل و بلبِل کا وہ رنگیں چین ۹۰
- ۱۱۳ دلی سے یہ رخصت پر کدورت ہو گئی ۹۱
- ۱۱۵ کیا خبر تھی کہ پھر نہ دیکھیں گے ۹۲
- ۱۱۶ ایک چٹان بن کے جینا ہے ۹۳
- ۱۱۷ بچھر کر تجھ سے پلکوں میں نمی ہے ۹۴
- ۱۱۸ میری شائستگی وہ کیا سمجھتا ۹۵-۹۶
- ۱۱۹ کیا ہے تیری رضا نہیں معلوم ۹۷
- ۱۲۰ ہے پوچھنا اللہ سے کیوں ۹۸
- وہ تو خود قدرت کا ایک شہکار تھا ۹۹
- ۱۲۱ دل پہ جو بیتی وہ خارج ۱۰۰
- ۱۲۲ کبھی نوشیوں کی دھنک ۱۰۱
- ۱۲۳ ایک نہ ایک دن وہ قتل کر دے گا ۱۰۲
- ۱۲۴ ملنا بھی سزا اُن سے ۱۰۳
- ۱۲۵ ذرا گہرا اندھیرا ہو گیا ہے ۱۰۴
- ۱۲۶ داستانِ پریوں کی راتوں ۱۰۵
- ۱۲۷ خوابوں ہی میں آتے ہو ۱۰۶
- ۱۲۸ آج دیر لے جوہیں کل گلستاں ہو جائیں گے ۱۰۸
- ۱۲۹ افسوس تیرا دل بھی مجھے ٹوڑنا پڑا ۱۰۹
- ۱۳۰ یہ کیسا ستم رُف کے خم ٹوٹ رہے ہیں ۱۱۰
- ۱۳۱ آبادیوں سے دُور ایک دیہا نہ چاہیئے ۱۱۱
- ۱۱۳ زندگی مایا جال ہے اُسے دوست ۱۱۳
- ۱۱۵ کیسی چاہت تھی کہ وہ غیر کے ... ۱۱۵
- ۱۱۶ اے گلِ نازِ گلستاں پھر سے ۱۱۶
- ۱۱۷ یہ کون لوگ ہیں کتنی ہیں صورتیں اُن کی ۱۱۷
- ۱۱۸ کیا کروں سمت کی خوبی کا بیاں ۱۱۸
- ۱۱۹ جاہلوں سے نہ ہرگز ملا کیجئے ۱۱۹
- ۱۲۰ حوادثِ کازد میں اُبھر گیا ہے وہ ۱۲۰
- نظمیں
- ۱۲۱ نذرِ نرا غالب ۱۰۰
- ۱۲۲ نذرِ محمد علی جوہر ۱۰۱
- ۱۲۳ نذرِ محمد و محمدی الدین ۱۰۲
- ۱۲۴ شاذ کمکت کی یاد میں ۱۰۳
- ۱۲۵ سلیمان اربیب ۱۰۴
- ۱۲۶ امیر احمد شہر ۱۰۵
- ۱۲۷ اکھاباجی بریگیڈیر گلزار احمد ۱۰۶
- ۱۲۸ آہ بریگیڈیر سعید ۱۰۸
- ۱۲۹ نذرِ سلطان قلی قطب شاہ ۱۰۹
- ۱۳۰ خلدِ آشیاں میر عثمان علی خاں ۱۱۰
- ۱۳۱ اکبر و نانک ۱۱۱

۱۶۲۶۶۱	نیویارک سے ٹرنکال	۱۳۲	گوتم بدھ
۱۶۲۶۶۳	خط	۱۳۳	رام
۱۶۲۶۶۵	جنت کے پھول	۱۳۴	مہارانی نکشمی بانی
۱۶۸۶۶۷	اکیسویں صدی	۱۳۵	شہید لیلین
۱۶۹	تسلی	۱۳۷، ۱۳۸	یادگار مہربان آیدھی
۱۷۰	نشاطِ غم	۱۳۸	آہِ تجھ نکہت
۱۷۱	میری محبت	۱۳۹	وعدہ شاہجہاں
۱۷۲	ساتھیو۔ بھائیو	۱۴۱، ۱۴۰	اطہر بابا چاند
۱۷۳	بیارے مسافر	۱۴۲	بالو نرگس کا جنم دن
۱۷۴	ہلو	۱۴۳	سالگرہ مبارک (عندہ)
۱۷۵	فسار	۱۴۴	استقبال
۱۷۶	فن اور فنکار	۱۴۵	فرن ولا۔ ایوانِ شہجیہ
۱۷۷	لمحہ	۱۴۶	بلقیس علاء الدین کے لئے
۱۷۸	میں اور تو	۱۴۸، ۱۴۷	بین المذہبی ایشیائی کانفرنس
۱۷۹	افسردہ زمانہ	۱۵۰، ۱۴۹	فریاد (عورتوں پر مظالم)
۱۸۰	نشان	۱۵۲، ۱۵۱	کشمیر
۱۸۱	جھوٹ	۱۵۴، ۱۵۳	دھرتی کا دکھ
۱۸۲	گلِ تر	۱۵۶، ۱۵۵	نوائے درد
۱۸۳	پیام	۱۵۸، ۱۵۷	ہینولہ
۱۸۴	سمجھ نہ سکی	۱۶۰، ۱۵۹	روزن

۲۰۶	پیام صحرا	۱۸۵	پیش نظر
۲۰۷	مدت کے بعد تہران پہنچ کر	۱۸۶	سمجھوتہ
۲۰۸	ہندوستانی مسلمان	۱۸۷	زندہ
۲۰۹	ہائے	۱۸۸	خانہ خراب
۲۱۰	ہمارا حیدر آباد	۱۸۹	آرزو
۲۱۱	آزادی ہندوستان کی گولڈن جوبلی	۱۹۰	لال
۲۱۲	دیوانی	۱۹۱	شہزادہ
۲۱۳	راکھی کا تہوار	۱۹۲	احتجاج
۲۱۴	ہولی	۱۹۳	ساختہ
۲۱۵	عید الفطر	۱۹۴	ہجر کا رشتہ
۲۱۷	عید کرسمس	۱۹۵	وہ
۲۱۸	نیا سال	۱۹۶	استدعا
۲۱۹	گرمیاں	۱۹۷	خیریت
۲۲۰، ۲۲۱	ہائیکو	۱۹۸	ایک فلسفی دوست کی شادی پر
۲۲۲، ۲۲۳	سانیت	۱۹۹	گیا کہیں (نند رگنادر)
۲۲۴، ۲۲۵	قطعات	۲۰۰	گلبرگ سے گلبرگ تک
		۲۰۱	حیدر آباد میں آشوب چشم کی وباء
		۲۰۲، ۲۰۳	فلسطینی مجاہد
		۲۰۴	آہ عراق
		۲۰۵	۱۹۹۴ء سفیر ایران

کہکشاں بکھرنے والی شاعرہ

(ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید)

برگ سبز جیسی شاعرہ جب برگ گل کے اوصاف میں تحلیل ہو گئے فکر و فن سے تہذیب شعر و ادب کو مہکانے کا حق ادا کرتی ہے تو ادبی ماحول پر عطر بیز فٹا چھا جاتی ہے اور اس کے شعر و نغمات کی کہکشاں آسمانِ فکر و خیال پر کچھ اس طرح پھیل جاتی ہے کہ اُجالوں کے سمو کچھ اور نظر نہیں آتا۔ خیالات کی فراوانی، مشاہدات کی گہرائی اور جذبات کی تہ و تازگی جب گلستانِ رنگ و بو کے لئے تجزیہ نگاروں جیسی حسِ نگاری کا منصب ادا کرتی ہے تو فطرتِ کدہ تمام گوشے جو جلوہ نمائی کے لئے منتظر تھے ایک ایک کر کے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ اور فطرتِ کئی وہ تمام نیرنگیاں جو اپنے اپنے وقت پر اظہار کا ذریعہ بن جانا چاہتی ہیں، ظہور پذیر ہونے لگتی ہیں۔ ایک قلم کار جب اس قسم کی کیفیات سے گزر رہا ہے تو اُس کے فکر و نظر کے دائرے وسیع تر ہونے لگ جاتے ہیں۔ اگر کسی صاحبِ ادراک شخص کو ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کی دانشورانہ بلند پیداری کا جائزہ لینا مقصود ہے تو ضروری ہے کہ ان کی جالیاتی سحرکاری، تجرباتی طرح داری اور مشاہدات کی جگمگاتی ہوئی شمعِ فرداں کو بھی پیشِ نظر رکھے۔ فطرت شناسوں کی محفل کا ایک ایک لمحہ دل و دماغ کو نہ صرف روشن رکھتا ہے بلکہ ذہنِ رسا کی ایک ایک شمع کو حیاتِ جادواں کی بشارات بھی دیتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید ایک ایرانی النسل شاعرہ ہوتے ہوئے بھی ہندوستانی تہذیب

و ثقافت میں کچھ اس طرح جذب ہو گئی ہیں کہ ان کے جسم و جاں میں ہندوستانی روایات کی وہ ساری خوشبو مہک رہی ہے جو ایک تشکفۃ، سہلکتے ہوئے گلاب کا دیرہ ہو کر تلپتے ڈاکٹر بالوطاہرہ سعید بہ یک وقت تین زبانوں (اُردو، فارسی، انگریزی) کی شاعرہ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ عمدہ افسانہ نگار بھی ہیں اور بہترین مضامین کی خالق بھی ہیں۔ ان کی شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں تمام ادبی حلقے رطب اللسان ہیں۔ بالوطاہرہ سعید کی شاعری سیدھے سادے اور عام فہم، مانوس لفظوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہر سر محفل رونق افروز ہوتی ہے تو ادبی ذوق رکھنے والے سارے سامعین متوجہ ہو جاتے ہیں۔ فارسی کی نمائندگی شاعرہ ہونے کے باوجود ان کی اُردو شاعری کی زبان صاف ستھری اور دل میں اُتر جانے والی ہے۔ ان کے کلام کی برجستگی دے ساختگی، قاری و سامع کو یکساں طور پر متاثر کرتی ہے۔ سہل متنوع کا مزاج لئے ہوئے ان کی شاعری کالب دلچسپہ اثر ہوتا ہے۔ ان کے اشعار پر جس قدر زیادہ غور کیا جائے گا اتنے ہی معنی آفرینی کے جوہر نمایاں ہوتے رہیں گے۔ مشاہدات و قلبی واردات کا گہرا اثر ان کے اشعار میں چا بجا ملتا ہے جو موسمِ محفل کی طرح سارے مطالعہ فکر و خیال کے باذوق، عُن کاروں کو تروتازگی بخشتا ہے۔ ان کے جذبات کی ترجمانی کرنے والے الفاظ ان کے شاعرانہ خیالات کا استقبال کرتے ہوئے اپنے وجود کو وسیع تر مفہوم میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر بالوطاہرہ سعید کئی مسلک کی شاعرہ نہیں ہیں۔ جہاں ان کا کلام کلاسیکی شعر و ادب کا ترجمان معلوم ہوتا ہے تو وہیں ترقی پسندانہ فکر کا آئینہ دار اور جدید شاعری (جدیریت نہیں) کا بہترین نمونہ بھی ہے۔ یہ شاعرہ اپنی شاعرانہ حیثیت کو کسی مخصوص خانے میں بانٹنے کی قابل نہیں ہے۔ اپنی روشن خیالی اور زندہ فہمی کی وجہ سے تمام ادبی تحریکات اور رجحانات سے بہرہ ور ہو چکی ہیں۔ ان کا ادبی و شعری

سفر ایک ایسی راہ سے گزر رہا ہے جہاں ہر قسم کے موسم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ان کا تخلیقی سفر کئی دہوں سے جاری ہے۔ ایک ادیب جمل شاعرہ کی حیثیت سے ادب میں اپنا ایک منفرد مقام بنا چکی ہیں۔ بانو طاہرہ سعید ایک خوش مزاج، شائستہ اطوار اور عمدہ طور و طریق کو اپنانے والی شاعرہ ہیں۔ چشمِ مروت، کشادہ ذہن و فکر کی بھی مالک ہیں۔ اپنے رکھ رکھاؤ میں شائستگی و نفاست کے ہر اُس پہلو کو خیرِ راج پیش کیا کرتی ہیں جو ایک مہذب انسان کا وتیرہ ہوتا ہے۔ روز و شب کے مسائل کو سلیقے سے سرانجام دینے کا انہیں ملکہ حاصل ہے۔ زندگی کے سارے لمحات کو ان کی پوری پہچان کے ساتھ سرگرم عمل رہنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ معاشرہ کا ایک اہم حصہ بن کر اپنی فہم و فراست کی روشنی کو دور دور تک پھیلاتی رہتی ہیں۔ بانو طاہرہ سعید کا حیدر آباد کی سینئر تہذیبی خاتون شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ انہیں میں اُس زمانے سے ایک شاعرہ کی حیثیت سے جانا ہوتا ہے جب وہ ادارہ ادبیات اردو انجمن ترقی اردو اور اردو مجلس کی محفلوں میں اپنا کلام سنایا کرتی تھیں (یہ بات ۱۹۵۹ء کی ہے)۔ شہر میں ہونے والے تمام مشاعروں میں شرکت سے گریز کرتی تھیں۔ البتہ شہر کے بعض تعلیم یافتہ، مہذب گھرانوں میں اگر کوئی مخصوص مشاعرہ ہو تو شریک ہوا کرتی تھیں۔ اور ایسی محفلوں کا زیادہ تر میں ہی معتبر مشاعرہ رہا کرتا تھا۔ شاعری کے ابتدائی زمانے میں شہر کے شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والے بعض اہل ذوق اصحاب اپنی رہائش گاہوں پر محفلِ شعر کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایسی محفلوں میں بھی بانو طاہرہ سعید کی شاعری پوری توجہ کے ساتھ سُنی جاتی تھی۔ ان کے اشعار پر دل کھول کر داد دی جاتی تھی۔ ان کے رفیقِ حیات برگینہ سعید صاحب نہایت شریف النفس، اعلیٰ ظرف انسان تھے۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کا بہت زیادہ

نہیال رکھتے تھے۔ مشاعرے میں بالفوظاہرہ سعید کو اپنی چھوٹی سی موٹر آسٹن میں لے آتے۔ اگر میں کسی مشاعرے میں شرکت کے لئے ڈاکٹر صاحبہ سے فون پر بات کرنا چاہتا تو سعید صاحب فون نہ سیدھ کرتے (بلکہ اکثر دفعہ سعید صاحب ہی فون نہ سیدھ کرتے تھے)۔ اور کہتے طاہرہ! نیر صاحبہ کا فون۔ وہ فوری آتیں اور گفتگو جاری نہ ہوتی۔ اسی طرح کی بات عظمت عبدالقیوم کے شوہر محترم عبدالقیوم صاحب (ریٹائرڈ چیف انجینئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی) کہتے تھے۔ اُن دنوں جتنے بھی خاص خاص مشاعرے ہوتے تھے اُن میں شہر کے نمائندہ باذوق خواتین و حضرات مدعو رہا کرتے تھے۔ خواتین کی تعداد بھی حشر سے کم نہیں ہوتی تھی۔ شعر و ادب کی محفلوں سے روشناس کرا۔ اُس دور کی خواتین اپنی لڑکیوں کو بھی اپنے ساتھ محفل میں لے آتی تھیں جس طرح عظمت عبدالقیوم کے ہمراہ ان کی بیٹی شاداں رہتیں۔ اسی طرح شہر کی ہندب خواتین بھی تنہا نہیں آتی تھیں۔ اُس وقت کے مشاعرے ایک خاص ماحول کے نمائندہ ہوا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ ایسی محفلیں کم ہوتی گئیں۔ کبھی کبھی اُن محفلوں کی یاد آتی ہے تو ماضی کے وہ تمام اوراق اُلٹنے لگ جاتے ہیں جو اپنی روشنی سے دامنِ تہذیب و ثقافت کو چمکاتے رہتے تھے۔ اُن محفلوں میں کیسے کیسے لوگ آتے تھے اور کیسے۔ لوگوں سے ملاقات ہوتی تھی (وہ دور ہی ختم ہو گیا) اب وہ بات کہاں۔ بالفوظاہرہ سعید اپنی مخصوص طرزِ معاشرت کی وجہ سے بھی منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کی زندگی قابلِ رشک ہے۔

حیدرآباد ایک ایسا شہر ہے جس کے دامن میں ہر دور میں رنگ برنگی پھول کھلتے اور مہکتے رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بالفوظاہرہ سعید کا قیام گاہ یہ بھی شہری و ادبی مخصوص محفلیں ہوا کرتی تھیں جن میں شہر کے منتخب شرفاء، مشرک رہا کرتے تھے۔ برگیدہ سعید مہنازل کے خیر مقدم کے لئے پیش پیش رہتے تھے۔

مہمانوں کی پذیرائی میں چشم بہ راہ رہتے تھے۔ مہمانوں کی تواضع میں فرار خدائی کا ثبوت دیا جاتا تھا۔ ان کے گھر میں آراستہ کی جانے والی محفلوں میں ہاشم علی اختر زائی بے السب اور ان جیسی کچھ اور باوقار شخصیتیں اپنے اہل خاندان کے ساتھ شرکت کیا کرتی تھیں۔ بڑی خوشگوار محفلیں ہوتی تھیں۔ مجھے بانو طاہرہ سعید کی ایک دعوت خاص طور پر یاد ہے جو ان کے پہلے مجموعہ کلام ”برگِ سبز“ کی رسمِ اجراءِ تقریب کے سلسلے میں دی گئی تھی۔ عشاءِیہ کے بعد مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ انتہائی باذوق ادب دوست خواتین و حضرات کی اس محفل میں شعر و ادب کے موضوع پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اس محفل میں حمید آباد کے ایک مہذب گھرانے سے تعلق رکھنے والی معزز و مقرب خاتون مالحہ الطاف (مدیرہ خاتونِ دکن) بھی مدعو تھیں۔ (جن کے رسالہ کی رسمِ اجراءِ تقریب شاندار پیمانی پر رویندر بھارتی تھیٹر میں ہونے والی تھی)۔ بانو طاہرہ سعید نے مالحہ الطاف سے یہ کہتے ہوئے تعارف کمر دیا کہ آپ صلاح الدین تیر ہیں۔ ایک ہونہار ابھرتے ہوئے شاعر ہونے کے علاوہ بہترین انسان ہیں۔ انہیں شعری ادب سے ہی نہیں نثری ادب سے بھی دلچسپی ہے۔ صحافت سے بھی وابستگی رکھتے ہیں۔ خاتونِ دکن کے لئے ان کی خدمات بے حد مفید رہیں گی۔ اس ابتدائی تعارف کے بعد میں رسالہ خاتونِ دکن سے (جو ایک خالص ادبی رسالہ تھا) برسوں وابستہ رہا۔ بلاوقفہ پیرچہ تقریباً ۱۲ سال تک جاری رہا۔ ہاشم علی اختر صاحب سے بھی اُسی زمانے سے واقف ہوں۔ میں ہمیشہ ان کی نظر میں رہا۔ میری بے حد حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ ڈاکٹر سید سید محی الدین زور قادری اور پروفیسر عبدالقادر سردری بھی میری شعری و ادبی سرگرمیوں کو سراہتے تھے۔

بانو طاہرہ سعید کی زندگی، فنونِ لطیفہ کی خدمت میں گزر رہی ہے۔ خاتونِ دوستوں میں حمید آبادی ہدیب کی نامزدہ خاتون ممتاز شاعرہ غلط عبدالقیوم ان سے بہت قریب تھیں۔

آئیں ہیں یہ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔ عظمت عبدالقیوم کے انتقال کے بعد بالوطاہرہ سعید بہت زیادہ خاموش رہیں۔ اُنہیں اپنی بہترین شاعرہ دوست کی جدائی کا بڑا صدمہ رہا۔ بالوطاہرہ سعید کی تقریباً تمام کتابوں پر ملک کی اکر دو اکیڈمیوں نے انعام سے نوازا ہے۔ ان کا کلام اخبار "سیاست" میں چھپتا رہتا ہے۔ ریڈیو اور دور درشن سے بھی ان کا کلام داد و تحسین حاصل کرتا رہتا ہے۔

بالوطاہرہ سعید کے فن اور شخصیت پر عثمانیہ یونیورسٹی کی طالبہ اقبال بیگم نے ایم۔ بی۔ کیا ہے۔ انگریزی ادب کی مجموعی خدمات کے اعتراف میں انہیں امریکہ کی عالمی یونیورسٹی اریزنو ناسے ڈی لٹ کا اعزاز دیا گیا ہے۔ انگریزی کی مختلف اتھالوجی میں کلام اور حالات شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کی ایک انگریزی نظم دنیا کے بہترین ۵۰ انگریزی نظموں کے مقابلہ میں شامل ہے۔ محفلِ خواتین کی بانیوں میں ایک ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۷ برس پہلے جب محفلِ خواتین کا قیام عمل میں آیا تھا تو اُس وقت کے مشاورتی اجلاس میں بالوطاہرہ سعید بھی موجود تھیں۔ مجھے بھی خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ تب سے ہی میں محفلِ خواتین کا اڈوائٹر رہوں۔ ڈاکٹر بالوطاہرہ سعید کا پہلا مجموعہ کلام "برگِ سبز" اور میرا پہلا مجموعہ کلام "سکلی تارہ" ایک ہی سال شائع ہوئے تھے۔ بالوطاہرہ سعید بہت زود گو شاعرہ ہیں۔ بہترین نثر نگار بھی ہیں۔ اردو شعر و ادب سے بے حد محبت کرتی ہیں۔ حیدر آبادی تہذیبی روایات سے انہیں بے حد لگاؤ ہے اپنے وطن عزیز کی محبت میں سرشار رہ کر حب الوطنی کے موضوع پر بہت ہی عمدہ عمدہ نظمیں کہی ہیں۔ ان کا ادبی سفر اب بھی جاری ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تاحیات ان کا قلم چلتا رہے گا۔ ڈاکٹر بالوطاہرہ سعید کے پاس کچھ برسوں سے ادبی محفلیں نہیں ہوئی ہیں البتہ انہوں نے ممتاز محقق جناب نصیر الدین ہاشمی کی دختر نیک اختر نامور افسانہ نگار

و شاعرہ، خدیجہ ہاشمی (نیلیم ہاشمی) جو ۵۰ برس پہلے پاکستان سے حیدرآباد آئی تھیں، کے استقبال میں ایک محفل شعرآراستہ کی تھیں۔ اس محفل میں نمائندہ شاعر دل اور خاتون شعر نے کلام سنایا تھا۔ نیلیم ہاشمی نے بھی اپنا منتخب کلام سنا کر داد و تحسین حاصل کی تھی۔ میں ناظم مشاعرہ تھا۔

میں نے حیدرآباد کی بعض خاتون ادیبوں اور شاعرات کی شعری و ادبی صلاحیتوں کو اپنی تحریروں کے ذریعہ خراج پیش کیا ہے۔ لیکن بالوطاہرہ سعید بیرون نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ اب مجھے ان کی شاعرانہ قدر و قیمت اور ان کی شخصیت پر لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر بالوطاہرہ سعید کا یہ مجموعہ کلام ”دامنِ گلزار“ ان کے دوسرے شعری و نثری کتابوں کی طرح شہرت حاصل کرے گا۔ ایسا کہنے پر میں اس لئے بھی حق بہ جانب ہوں کہ میں ان کی تمام کتابوں کی پذیرائی سے واقف ہوں۔

فروری ۱۹۹۹ء

صلاح الدین بیرون
مدیر ”خوشبو کا سفر“

”کھکشاں“
ملے پلے۔ حیدرآباد

ہاشم حسن سعید

سابق پرنسپل کالج آف اوبین
حیدرآباد

ہندوستانی تہذیب کی سفیر ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید

فنکار تخلیقی عمل کے دوران جس ذہنی کمینہ گزر رہا ہے اس کا ادراک ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں۔ اگر کوئی فن کا جائزہ لیتے وقت یہ کیفیت خود پر طاری کر لے تو یقیناً وہ فنکار کی عظمت کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے۔ فن کی جانچ نقاد کے لئے خود ڈیری آزمائش ہوتی ہے۔ اس مقام پر اس کی فنی بصیرت اس کے لئے رہبر کا کام دیتی ہے۔ اگر نقادین اس بصیرت کا فقدان ہے تو پھر وہ کسی فن پارہ کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا۔ اور نہ یہ دیکھ سکتا ہے کہ فن کار میں جو ہر تخلیق فطری ہے یا اکتسابی۔ بالفاظ دیگر وہ تخلیق کار ہے یا تقلید کار۔ ایسے میں وہ غلط نتائج اخذ کر لیتا ہے اور فن کی تشریح و توضیح میں غلط تاویلات سے کام لیتا ہے۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کے فن کا معروضی جائزہ لینے سے یہ بات بے ٹوک کہی جاسکتی ہے کہ وہ زبردست خلاقانہ صلاحیتوں کی حامل ہیں۔ شاعری ہو یا نثر ہر صنفِ ادب میں ان کی اچھی صلاحیتوں کی جلوہ گری ہے۔ اسی لئے انہوں نے مشورہ سخن کے لئے کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تمہ نہیں کیئے۔ اگر ایسا ہوتا تو کہیں نہ کہیں ان کے کلام میں تقلیدی عنصر شامل ہو جاتا اور کلام میں انفرادیت نہیں رہتی جو

اس وقت موجود ہے۔ اس میں شک نہیں مقلد بھی کبھی اپنی راہ نکال لیتا ہے لیکن اس میں
 نت نئے تجربے کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ جبکہ تخلیق کار ہمیشہ نئے اُفق پر طلوع ہونے
 کا کوشش کرتا ہے۔ بالو طاہرہ سعید کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ اُنہوں نے کسی مخصوص نظریہ
 ادب پر کاربند ہوئے بغیر شاعری کو سیلِ رواں کی طرح آزاد رکھا اور اس میں وہ سب
 کچھ سمو دیا جو عام روایت پرست شاعروں سے ممکن نہیں ہے۔ اُنہوں نے اُردو میں
 ”ہاسیکو“ کو ایک صنفِ سخن کی حیثیت سے جس طرح متعارف کرایا ہے۔ اس کی مثال
 اُردو شاعری میں ملنا مشکل ہے۔ تین مصرعوں پر مشتمل ان کے ”ہاسیکوز“ تاثراتی
 شاعری کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان میں صرف تخیل کی کارفرمائی نہیں، حقیقت کی رنگ
 آمیزی ہے۔ ملاحظہ ہوں دو مثالیں۔

ایک پرندے نے مجھ کو دی دعوت

آؤ پیرِ داز ساتھ ساتھ کریں

کیسے سمجھاؤں میرے پر ہی نہیں۔

گزر رہی صدیاں کئی، حیوان سے انسان بنتے

آج انسان پھر حیوان ہوا چاہتا ہے

رہ اس انسان کو آئی نہ بلندی اپنی

یہ تاثراتی انداز بالو طاہرہ سعید کی نظموں میں بھی ملتا ہے۔ * ملال“ ان کی ایک

شاہکار نظم ہے جس میں شاعرہ تلاشِ ذات کا کرب سہ کمر منزل کی جستجو میں بھٹک
 رہی ہے اور اسی عالمِ گم گشتگی کو حاصلِ زیست سمجھتی ہے۔

غزل میں تجربات آج کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ عصرِ حاضر کے تنوع پسند شاعروں نے
 تجربہ کے نام پر غزل کا حلیہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے جس سے ان کی تہذیبِ غزل سے

نما آشنائی کا پیہ چلتا ہے۔ اردو غزل ایک مخصوص تہذیبی پس منظر رکھتی ہے۔ اس میں ایرانی مزاج کی رنگینی اور دلفریب بھی ہے اور ہندوستانی تہذیب کی سادگی اور پُرکاری بھی ہے۔ بالوطاہرہ سعید نے اپنی غزل میں موضوع اور ہیئت کے کچھ تجربے کئے ہیں لیکن غزل کی روح کو کہیں مجروح ہونے نہیں دیا۔ ان کی بعض غزلیں مطلع کے بغیر شروع ہوئی ہیں اور بعض غزلوں کے اشعار میں مجروحہ و اوزان کے روایتی التزام سے گریز کیا گیا ہے یہ گریز پائی سہل انگاری سے تعبیر نہیں کی جاسکتی بلکہ جدت طرازی کی ایک شعوری کوشش ہے۔ دیکھا ہے اہل ذوق اور خرد مندوں سے یہ کس حد تک سنجیدہ مقبولیت حاصل کرتی ہے۔ بالوطاہرہ سعید کی غزلیں ان کی نحتِ کاری اور فن پر حاکمانہ دسترس کی مظہر ہیں۔ انہوں نے جہاں نئے پن کا احساس پیدا کیا ہے وہیں صالح روایات کی پاسداری بھی کی ہے غزل کے موضوعات کو انہوں نے نئے رنگ و روغن کے ساتھ بریلے ہیں اس سے کلام کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

مثالیں پیش ہیں ۷

ہے ایک ہاتھ میں تسبیح دوسرے میں کچھ اور

یہ مئے کدہ ہے یہاں وضعِ پارسی کیا

پنچھیوں پر رشک آتا ہے مجھے :۔ کاش اُن کے ساتھ میں بھی اُرسکوں

پیرانی یادیں اُبھر آئی ہونگی بن کے جہاں :۔ پیرانی جب کوئی تحریر یہ مل گئی ہوگی

بالوطاہرہ سعید ایرانی اور ہندوستانی تہذیب کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ اس لئے

ان کے فن میں اس مشترکہ تہذیب کا عکس جمیل جا بجا ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں امن، بھائی چارگی، اُتوت، بے باکی، رواداری، وطن پرستی اور حق پسندی کے جذبات،

ان کے کیفیاتِ ذہنی کے اُکتے دار ہیں۔ ••

بالو کی شاعری حقیقی جذبات کا منظر

بالو طاہرہ سعید کو غیر معمولی صلاحیتوں سے اللہ نے نوازا ہے۔ پیدائشی طور پر ادب سے وابستگی رکھتی ہیں۔ اُردو شاعری اور افسانہ نگاری کے علاوہ انگریزی اور فارسی میں بھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔ ان کے جذبات میں حقیقت ہے، بناوٹ نہیں۔ ملک اور بیرونی ملک سے مختلف ایوارڈ حاصل کر چکی ہیں۔ اس کے باوجود انتہائی منکسر اور سادہ مزاج واقع ہوئی ہیں۔ انگریزی ادب کی خدمت کے صلے میں انہیں امریکہ سے اعزازی ”ڈی لٹ“ عطا ہوا۔ گیمبرج سے بھی ہمت افزائی ہوئی ہے۔

بیرِ صغیر کی نوائیں شعراء کی قہرست میں بالو طاہرہ سعید کا نام بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمیں ان کی شخصیت پر فخر ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ —

ڈاکٹر بلقیس علاء الدین

ڈرامہ نویس

”تنگریلا“ بنجارہ ہلز - حیدر آباد -

ستارہ دکن۔ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید

ستارہ دکن بانو باجی (ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید) نے مجھے حکم دیا کہ میں اُن کی تازہ تصنیف ”دامنِ گلزار“ پر رائے لکھوں۔ بھلا جس کی شہرت ہندوپاک کے حدود کو پار کر کے بین الاقوامی بن چکی ہو، جو اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے اپنی تخلیقات پر اعلیٰ سے اعلیٰ عالمی ایوارڈز اور اعزازات حاصل کر چکی ہوں، جن کا کلام آئے دن اخباروں، رسالوں کے علاوہ دور درشن اور ریڈیو پر پیش کیا جاتا ہو، جس کی مطبوعات سابق میں عالمی شہرت پا چکی ہوں، جو مختلف ادبی، مذہبی، سماجی اور اخلاقی تنظیموں کی رکن ہوں جو تقریباً ساری دنیا کی سیاحت کر چکی ہوں۔ بھلا ایسی عظیم الشان شخصیت کے لئے کیا لکھنا اور کیا تعارف کرانا۔ حکم کی تعمیل میں صرف اتنا لکھا ہے کہ میں بانو باجی صاحبہ سے عرصہ دراز سے واقف ہوں۔ ۱۹۶۰ء سے بانگِ درا اور ۱۹۸۱ء سے ماہانہ ”آدابِ امروز“ میں برابر آج تک ان کا قلمی تعاون بدستور مجھے حاصل ہے اردو، فارسی اور انگریزی کی آپ وہ خوش فکر و خوش گو، بلند پایہ ادیبہ اور شاعرہ ہیں جو تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی فرما چکی ہیں۔ تخیل اور طرزِ اظہار کی انفرادیت کی بدولت معاصرین میں ممتاز مقام کی حامل ہیں۔

امریکہ کے مشہور اور ممتاز شاعر ROBERT FROST سے کسی نے ان کی شاعری کا محرک دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسانی فطرت اور قدرتی مناظر نے ہمیشہ انہیں متاثر

کیا ہے اور انہوں نے یہ کوشش کی کہ فطرتِ انسانی کے سہ بستہ رازوں کو سیدھے سادے الفاظ میں بیان کریں۔

ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید صاحبہ کی شاعری جو نظم کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہے۔ انسانی جذبات اور عقائد کا متاثر کن امتزاج ہے۔ ان کے مزاج میں خلوص، ہمدردی، شفقت، محبت اور انصاف کے عناصر غالب ہیں۔ یہ جب اپنا کلام خود پڑھتی ہیں تو یہ سننے والوں کے لئے اور بھی جاذبِ توجہ ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اپنے کلام پر کافی الوارہ ڈالے اور اعزازات حاصل کر چکی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کل ہند پنج البلاغہ سوسائٹی حیدرآباد کا عطا ہوا اعزاز ”شاعرہ پنج البلاغہ“ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عظیم اعزاز ہے جو انہوں نے جہانوں کے لئے بہترین سرمایہ ہے۔

مختصر یہ کہ فخر الشعراء ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید کی زیرِ نطق کتاب ”دامنِ نظائر“ ان کی بلند شاعری اور ان کی فکرِ نو کی آئینہ دالہ ہے جو اپنی بصیرت افروزی اور دلچسپی کے باعث پڑھنے والوں کا دل جیت لے گی اور ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ میں انہیں ان کی کاوشوں پر مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ — اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

مخلص
کمرار کاظمی

ایوانِ فاطمہ - 599-2-22

بالسبکی کھیت - دارالشفاع - حیدرآباد ۲۴، (دے پی) مدیرِ اعلیٰ ہفت روزہ ”بانگ درا“

و ما ننامہ ”آوازِ امروز“

فون نمبر: 4577465

سکرٹری جنرل آل انڈیا پنج البلاغہ سوسائٹی

دانشوران ادب کے تاثرات

• بیٹی خداتم کو اور تمہاری شاعری کو زندہ رکھے۔!

(بریگیڈیئر گلزار احمد - پاکستان)

• ایک شاعرہ ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید خود شعر کہتی تھیں اور اب کبھی کہتی ہیں۔ میں انہیں ذاتی طور پر جانتا ہوں، اور ان کی شاعری کو پسند کرتا ہوں۔

(پروفیسر قمر ساحری - پاکستان)

• آپ کو اپنی شعر و سخن کی ادبی فتح مبارک ہو۔

(ڈاکٹر خلیق انجم)

• آپ کے کلام کو پڑھ کر میں مسرت محسوس کرتا ہوں اور آرزو کرتا ہوں کہ آپ کی مزید قدر دانی ہو جس کی آپ مستحق ہیں۔

(ابوالفیض سحر)

اپنی بات

مجھے ادبیات سے فطری لگاؤ ہے۔ انگریزی، فارسی اور اردو میں عبور حاصل ہے، اور میں ان زبانوں میں اظہارِ خیال کرتی رہتی ہوں۔ لیکن اردو زبان سے مجھ کو دلہانہ محبت ہے۔ میں افسانہ نگاری اور شاعری دونوں اصنافِ سخن سے وابستہ ہوں۔ ہندی سے بھی تھوڑی وقیقت ہے۔ امریکہ کے مشہور انگریزی کے شاعر انجہانی البرٹ ٹاملین کی نظموں کا اردو میں منظوم ترجمہ کتاب کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن مجھے ترجمہ کرنے کا شوق نہیں ہے۔ میں جو بھی لکھتی ہوں میرا طبع آزاد ہوتا ہے۔ آکاش دانی اور ٹی۔ وی۔ سے بھی میرا کلام نشر ہوتا ہے۔ بچپن سے لکھ رہی ہوں اور حسنِ اتفاق سے زمانہ طالبِ علمی سے لے کر اب تک بہت سارے قومی اور بین الاقوامی ایوارڈس مل چکے ہیں۔ میرا کسی سے تلمذ نہیں۔ میرا تخلیقی سفر بالکل خدا داد ہے۔ البتہ قارئین کی ہمت افزائی میری رہنمائی کرتی رہی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے عوام کی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے قدر دانی سے نوازا ہے۔

دلِ عوام نے اکثر مجھے پکارا ہے

یہ وہ مقام ہے شاہوں کو بھی نصیب ہے

”دامنِ گلزار“ تازہ ترین مجموعہء کلام ہے۔ اس سے قبل کئی مجموعے منظرِ عام

پر آچکے ہیں۔ ادارہ ”سوغات نظر“ کے زیر اہتمام یہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ جناب
 مومن خاں شوق اور جناب شفیع اقبال صاحب کی خصوصی توجہ اور تعاون سے
 ”دامنِ گلزار“ کی تکمیل ہو سکی۔ کرم فرمائی کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔

ادبِ بابِ دانش جناب صلاح الدین نیر مدیر ”خوشبو کا سفر“ جناب ہاشم حسن سعید
 سابق پرنسپل کالج آف ٹکنالوجی، محترمہ بلقیس علاء الدین اور جناب کرار کاظمی کا تہہ دل
 سے شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی قیمتی رائے نے مجموعہ کلام کو چار چاند لگا دیئے ہیں
 لیکن مجھے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہے۔

آخر میں دیدہ زیب سرورق کے لئے جناب ریاض خوشنویس اور یر وقت
 کتاب کی اشاعت کے جناب سید نور محمد مالک اعجاز پریس کا بھی شکریہ ادا
 کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔

بأنوطا ہرہ سعید

”گرمین ویلو“ شائق نگہ

حیدر آباد ۲۸-۵۰۰



مسیح پروردگار، اے اللہ
 ہے تیری کائنات کتنی حسین
 حسن بکھرا کے خود ہے پردہ نشین



جو خبر میں نے سنی ہے نہ سنا اے اللہ
 کیسے بچ سکتا ہے جس کو نہ بچا اے اللہ
 جس طرح ٹوٹ گیا سامنے سینوں کا محل
 کسی دشمن کو بھی یہ دن نہ دکھائے اللہ
 ظلمتیں، بے بسی، تنہائیاں، دشتِ وحشت
 دستگیری کے لئے کوئی تو آئے اللہ
 دکھ ہے ماضی کا میرے حال میں شاملِ دائم
 ذہن سے کربِ مسلسل کو مٹائے اللہ
 طاہرہ، دردِ زباناں میں یہی کلمے شب و روز
 اپنے محبوب کا گھر، جلد دکھائے اللہ





میں کب سے سوائی ہوں ، تو دامن میرا بھر دے
اللہ مدینے کی مجھے شام و سحر دے

تنہائی و بے کیفی میں جیتا ہے اجیرن
کلیوں کی طرح کھل اٹھوں اک ایسی بھر دے

کیب تک یہ تیرا لطف یہ مہمان نوازی
مت روک میرے دوست مجھے اذن منور دے

لکھا کروں انسانوں کی خوبی کے فائدے
دیکھوں نہ بُرائی مجھے وہ حسن نظر دے

برہ باد ہوں میں طاہرہ ، فرقت میں کسی کی
اے کاش صبا اُس کو ذرا میری خبر دے





ایسا بھی ہے ایک نام جو دیوانہ بنا دے
 دنیا کی تمناؤں سے ہیگانہ بنا دے
 مت پوچھ کہ وہ شخصیتِ ناز ہے کس کی
 کعبہ میں بھی جائے تو صنم خانہ بنا دے
 ہر چند یہ کشتش نہیں جائز ہے بشر کی
 وہ کیا کرے قسمت جسے دیوانہ بنا دے
 جو شمعِ مدینے میں ہے صدیوں سے فروزا
 اُس شمع کا یارب مجھے پروانہ بنا دے
 کچھ بھی نہ رہے یادِ بجز نامِ محمد
 یوں عشقِ محمدؐ، تجھے فرزانہ بنا دے
 قدر ہے اُسے جو بھی کرے اپنے کرم سے
 اک ذرہ تا چہ نہ کوہِ دردانہ بنا دے
 پھر چھپرِ فسانہ انہیں زلفوں کی مہک کا
 جو طاہرہ، ماحول کو گل خانہ بنا دے



رقصِ سنگامہ پہنایا کرو
 لالہ و گل کو ہمتا کر دو
 یوں نہ تہذیبِ داغدار کرو
 بغض و کینہ کا اب نہ وار کرو
 دوستی کا اگر نہیں ہے مزاج
 دشمنی بھی نہ اختیار کرو
 لطف بانمو، نشاط پھیلاؤ
 کبھی ایسا بھی سار و بار کرو
 کتنے دیرانے منتظر ہونگے
 خارزاروں کو لالہ زار کرو
 رات اندھیرے کی کٹ ہی جائیگی
 صبحِ روشن کا انتظار کرو
 نفرتوں کی چتا جلا ڈالو
 جشنِ اُفتِ مناؤ، پیار کرو

چاند پھر سے نکلنے والا ہے
 حیارِ دنی اور انتظارِ کمرہ
 کیا خبر کیا ہو ایک لمحے میں
 زندگی کا نہ اعتبارِ کمرہ
 شاعروں کی طرح جیو لوگو
 مذہبِ عشق اختیارِ کمرہ
 یا سبباں ہم ہیں آدمیت کے
 اس کا اعلان بار بار کمرہ
 طاہرہ، ناخدا سے کیا ہوگا
 اپنے بیڑے کو خود ہی پار کمرہ





شہر ہے میرا نہ کوئی میرا گھر
آبلہ پا، چپاک دامان، در بدر

کچھ سمجھ میں میری اب آتا نہیں
ہے کہاں منزل میری جاؤں کدھر

کیوں شکایت گردِ شسِ ایام کی
زندگی خودِ اک سفر اندر سفر

جو بھی ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا
ہاتھ ملتے رہ گئے سب چارہ گر

کس لئے سورج سے ان کی دشمنی
جگمگاتے ہیں ستارے رات بھر

درمیاں کتنی خلیجیں آگئیں
لگ گئی شانڈ زمانے کی نظر

طاہرہ جس میں نہ ہو پاسِ وفا
ایسے انساں سے تو بہتر جانور



کس طرح دل بھول پائے گا تمہارا دیکھنا
شبہنی آنکھوں میں حسرت کا لظا دیکھنا

سچ بتا دے اے بخومی کیا ہے سچ کیا دل لگی
کیا تجھے آتا ہے قسمت کا ستارا دیکھنا

جس کو ہم سمجھے تھے اہل دل وہ نکلا دل شکن
کس قدر سنگین دھوکا تھا ہم سارا دیکھنا

روح فرسا دیکھنے پڑتے ہیں منظر زلیست کے
ہو نہیں سکتا جنہیں ہرگز گوارا دیکھنا

اس سے بڑھ کر طاہرۂ آب اور کیا ہوگی سسرا
جس کڑی منزل سے گزرے تھے دوبارہ دیکھنا



زندہ رہنے کا ایک سہارا غم
غم جاناں ہے کتنا پیارا غم

ہم خریدارِ غم ہیں دنیا میں
اب تمہارا بھی غم، ہمارا غم

غم سے سمجھوتہ کر لیا جب سے
ہر قدم پر ہمیں گوارا غم

دستگیری کا تمہا خیال کسے
ساتھ دیتا رہا تمہارا غم

طاہرؔ، مجھ سے رشتہ مت توڑو
بڑے اخلاص سے پکارا غم



اگر شعورِ نظر کچھ تیری نگاہ میں ہے
 خزانہ حُسن کا، فطرت کی جلوہ گاہ میں ہے
 کنول کے پھول یہ کیچڑ اچھا لانا کیسا
 کنول کا پھول تو کیچڑ کی خود پناہ میں ہے
 اندھیرے صرف اندھیرے ہیں، ٹلک نہیں سکتے
 چھپا ہوا کہیں سورج، شبِ سیاہ میں ہے
 زمانہ بدلا، زمانے کے ساتھ قدریں بھی
 اثر نہ واہ میں باقی نہ آہ، آہ میں ہے
 کبھی کبھی تو ہماری بھی بزمِ مسین آؤ
 بڑا ہی لطف، ملاقات گاہ گاہ میں ہے
 وہ، جس نے طاہرہ، دیکھا نہیں پلٹ کے
 اُسی کی دید کی حسرت، دلِ تباہ میں ہے



کس بانگین کے ساتھ جئے جا رہے ہیں ہم
خونِ جگر کے حِسام پیئے جا رہے ہیں ہم

کیا کم ہے کچھ یہ حوصلہ مندی کا امتحاں
ہنس ہنس کے دل کے زخم سیئے جا رہے ہیں ہم

جب زندگی کی ساری بہکائیں گزر گئیں
مخفل میں اُن کی یاد کئے جا رہے ہیں ہم

لو کہ قلم سے خستہ و پتہ مردہ قوم کو
مردہ حیاتِ نو کا دیئے جا رہے ہیں ہم

ہمراہ تلخ یادوں کا شکریہ طاہرہ
دنیا سے کتنے درد لئے جا رہے ہیں ہم



نیم جاں دیکھے ہیں گلشن میں گئی تر میں نے
 سر جھکائے ہوئے پائے کئی خود سر میں نے
 جب میری شان میں مشہور ہوئیں افواہیں
 ایسی باتوں پہ توجہ نہ کی یکر میں نے
 نسل انساں میں نہیں جن کی کہیں کوئی نظیر
 نام، تارخ میں ڈھونڈے ہیں بہت میں نے
 غم دوراں کی وہی چھاپ تھی پہچان میری
 آئینہ جھانکا ہے اپنے کو سجا کر میں نے
 جذب کر لے مجھے، دنیا نے بہت کوشش کی
 کبھی موقع نہ دیا، دھوکے میں آکر میں نے
 ادعا دوستی کا، دل تھا کدورت سے بھرا
 ایسے لوگوں کے بھی درشن کئے اکثر میں نے
 آگیا منچلا طوفان، میرا بس نہ چلا
 طاہرہ، دیکھے ہیں برباد کئی گھر میں نے



زندگی میں کہیں سرور نہیں
 بحرِ غم، قابلِ عبور نہیں
 چاند کو لگ گیا گہنِ ستارہ
 شبِ مہتاب اور نور نہیں
 میں نے دیکھے ہیں ایسے اونچے لوگ
 سر میں جن کے ذرا غصہ وہ نہیں
 وہ کہیں بھی رہے وہ میرا ہے
 دور رہ کر بھی مجھ سے دور نہیں

بارِ خاطر ہوں بعض لوگوں پر
 اس میں میرا کوئی قصور نہیں
 آپ بھی ہوں گے رونقِ صحرا
 دیکھئے ایسا دن بھی دور نہیں

میرا ایمان آپ کی یادیں
 بے وفا میں نہیں، حضور نہیں
 چاہنا اور ایک ستمگر کو!
 طاہرہ، عقل میں فتور نہیں؟



یہ پھول کس نے بکھیرے ہیں میری راہوں میں
 خمارِ خواب ہے شائد میری نگاہوں میں
 اک آجنبی سی ڈگر ہے یہاں تو کوئی نہیں
 سمیٹے کون ہے پھر جھکے کو اپنی بانہوں میں
 خدا کے واسطے دیرانہ تجھ سے مت چھینو
 گھٹے ہے دم میرا شہروں کی شاہراہوں میں
 ہیں چند خاک نشیں ایسے بھی زمانے میں
 کہ جن کے نام سے ہیبت ہے کج کلاہوں میں
 کٹی ہیں راتیں یوں نہیں جاگتے ہوئے پیہم
 ستارے جتنے ہیں سب ہیں میرے گواہوں میں
 عجب ہے رسمِ ستم اور عجب حسابِ کتاب
 ہے پیار بھی میرا شامل میرے گناہوں میں
 خلیص ہو گیا کانٹوں سے طاہرہ ایسا
 گلؤں کے فرش کھٹکتے ہیں اب نگاہوں میں



دل بابت گال، لالہ رُخاں، سب مڑے میں ہیں
 فارغ ز فکر سود و زریاں، سب مڑے میں ہیں
 خالی ہیں گرچہ جام و سُبُو، سیکدہ خموش
 بادہ گسار و پیر مغاں، سب مڑے میں ہیں
 کل کا کوئی ملال نہ کل کا کوئی خیال
 سب خیریت ہے اور یہاں سب مڑے میں ہیں
 دلوانے چند دار و رس سے اُلجھ گئے
 ذی فہم و ہوش دیدہ و راں سب مڑے میں ہیں
 حساس قتل ہو گئے خود اپنے ہاتھ سے
 بیگانہ نہ مان و مکان، سب مڑے میں ہیں
 کیا بات ہے کہ طاہرہ، ایک آپ ہیں اُداس
 یارہ یگرانِ کالجہاں، سب مڑے میں ہیں



وہ جس کا دل میں تصور ہے جو گمان میں ہے
 پتہ نہ اس کا زمیں پر نہ آسماں میں ہے
 کبھی کبھی میری یادیں بھی ہمسفر تھیں تیری
 کہیں کہیں تو میرا نام، داستان میں ہے
 بہار ہی پہ نہیں منحصر، دل آویزی
 چمن میں رنگِ دگر موسمِ خزاں میں ہے
 بجا ہے علم پہ اپنے یہ ناز و فخر و غرور
 مگر بشر ابھی آغوشِ چیتاں میں ہے
 بجز سکوت نہیں طائرہ، کوئی چارہ
 اثرِ دعا میں ہے باقی نہ اب فعال میں ہے



سُن کے وہ میرا نام چونک اٹھا
میرا ہم نام دوسرا ہے کیا

خوف کیوں میرے ڈوبنے کا اُسے
میری کشتی کا ناحق راہے کیا

کیوں یکایک عنایتیں اتنی سی
کس سے یو چھو کہ ماجرا ہے کیا

کیسی ہر لونگ، کس قدر گڑ بڑ
غور توں کا مشاعرہ ہے کیا؟

جھ سے منسوب کر دیا دیواں
طاہرہ یہ اُسے ہوا ہے کیا



جھولکا سموم کا ہوں صبا مت سمجھ مجھے
 صحرا سمجھ، درخت ہرا، مت سمجھ مجھے
 پت جھڑکی رُت کا رنگ ہوں بربادیوں کا رنگ
 بھولوں کسی بانپین کی ادا مت سمجھ مجھے
 تیری ہر ایک سانس میں میرا وجود ہے
 ضم تیری ذات میں ہوں، جدا مت سمجھ مجھے
 در ماندہ حیات ہوں زخموں سے چور چور
 دنیا کے اُردو کا خدا مت سمجھ مجھے
 خود دردِ لادوا ہوں کروں کس کا میں علاج
 اے دوست اپنے غم کی دوامت سمجھ مجھے
 ترکِ تعلقات نہیں ترکِ ربطِ دل
 عالی نہ لطف و مہر و وفا مت سمجھ مجھے
 وہ طاہرہ کہاں ہے جو رولق تھی بزم کی
 پہلا سا زندہ دل، بخدا مت سمجھ مجھے



کس کی یہ روشنی ہے جو شمس و قمر میں ہے؟
 خوشبوئے زلف کس کی، نسیمِ سحر میں ہے؟
 وہ رات حادثات کی، صحرِ وہ ہولناک
 صدیوں کے بعد بھی وہی منظر نظر میں ہے
 رنگیں یونہی نہیں، غمِ دوراں کی داستان
 اپنا لہو بھی سُرخِ شام و سحر میں ہے
 شہروں میں شانتی کا تصور بھی ہے محال
 کیسا عذابِ روح یہاں شور و شر میں ہے
 نقشِ قدم جہاں تیرے، میری جبین و ہاں
 جنتِ مری تو صرف تیری رہگذر میں ہے
 ایک جال سا ہے، حقیقتِ مراتب کا چارہ سُو
 کیا خاکِ زندگی کا مزہ، کمر و فر میں ہے
 نقشہ بدل ہی جائے لمحوں میں طائرہ
 تھوڑی سی دیر اور دُعا کے اثر میں ہے



مدد نہ مانگ، یہاں چارہ گر نہیں باقی
 ہزار ظلم، کوئی داد گر نہیں باقی
 خود اپنے گھر میں تھی ایک اجنبی، مگر محفوظ
 برائے نام جو گھر تھا، وہ گھر نہیں باقی
 قفس تو لوٹ گیا پھر بھی ہوں اسیر قفس
 اڑاں کیے بھروں، بال و پر نہیں باقی
 چہار سمت سے پتھراؤ، اور میں تنہا
 شکستہ سر ہوئی ایسی کہ سر نہیں باقی
 نہ جانے کون سی منزل ہے منزل مقصود
 سفر دراز، کوئی ہمسفر نہیں باقی
 خدا نے طاہرہ تحفہ دیا قناعت کا
 سبک سبک ہوں کہ اب مال و زرہ نہیں باقی



تیمور ایسے کہ خفا ہو جیسے
 خود بہ خود روٹھ گیا ہو جیسے
 لب پہ اُس کے تھی کچھ ایسی لرزش
 مہیکر مرنے کی دُعا ہو جیسے
 اکثر ایسا مجھے محسوس ہوا
 وہ مجھے کوس رہا ہو جیسے
 بے نیازی کی ادا، کیا کہنے
 بُت اک پتھر کا کھڑا ہو جیسے
 طاہرہ، زخم زباں کیوں نہیں بھرنے پاتا
 دل میں ایک تپہ دھنسا ہو جیسے





کوئی بتلائے ، آخر ہم کہاں ہیں؟
 زمین و آسماں کے درمیاں ہیں؟
 ہمارے نام سے جو تھے گمراہیاں
 وہ ہم پر آج کل کیوں مہرہاں ہیں؟
 خوابِ جاہلاں باشد خموشی
 خموشی میں عجب منظر نہاں ہیں
 نہیں کچھ دھوپ اور بارش کا خدشہ
 خدا رکھے سلامت سائباں ہیں
 ہمارا بال تک بیگانہ ہو گا —
 ہمارے ساتھ ایسے نگہباں ہیں

اگر کھولیں زباں ، ہوگی قیامت
 یہی بہتر ہے سمجھو ، بے زباں ہیں
 سہے ہیں ہنس کے کتنے طنز کے تیر
 ہماری اعلیٰ طرفی کے نشاں ہیں
 گئے تھے ڈھونڈھنے کعبہ میں اُن کو
 صدا آئی ، ارے ہم لامکاں ، ہیں
 کدھر ہے طاسپہرہ ، منزل ، ٹھکانا
 خلاؤں میں معلق ، میہماں ہیں





و خستیں کیوں اور بڑھ جاتی ہیں فداؤں کے ساتھ
 مگر، سکوں ملتے کچھ دل کو، تو دیوانوں کے ساتھ
 منزلت حرفِ وفا سے پوچھئے اس شمع کی !
 جو فنا ہو جائے جل کر اپنے پروانوں کے ساتھ
 گلستانوں میں نہیں باقی کہیں گل کی پھبن
 رنگ و نکہت جا ملے اڑ کر بیابانوں کے ساتھ
 تھا مقتدر ٹھوکریں، نا منصفی، نا قدریاں
 آئے تھے دنیا میں ہم بھی کتنے ارمانوں کے ساتھ
 دشمنی اُن کی بھیانک، دوستی آزادِ حیاں
 ربط رکھنا سخت نادانی ہے نادانوں کے ساتھ

آپ ہیں صبح بہار ال آپ روح ماہتاب
 آپ کو کیا کام ہم جیسے پریشانیوں کے ساتھ
 فرق رہتا ہی نہیں اپنے پر اے میں ذرا
 رشتے کچھ ایسے بھی ہو جلتے ہیں بیگانوں کے ساتھ
 طاہرہ، اپنی سماعت پر نہ خود آیا یقتیں
 نام جب جوڑا گیا، رنگین افالوں کے ساتھ





گم گشتہ ستارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 بچھڑے ہوئے پیارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 محفل میں بہاراں تھا، گلستاں میں گل تر
 رنگین نظارے کو، نظر ڈھونڈ رہی ہے
 رولیتا تھا تنہائی میں اوروں کو ہنسا کر
 دکھ درد کے مارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 پرچھائیں سے بنتی تھی آواہن، بھی شبِ ماہ
 اُس نور کے دھارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 دیتا تھا دلاسمہ غم دوراں کی خلش میں
 بے لوث سہارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 تھا روپ میں انسان کے، کیا تھا اپنی معلوم
 کیوں چھپ گیا؟ پیارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے
 ہمدرد کہاں طاہرہ، اُس جیسا ملے گا
 الفت کے شرارے کو نظر ڈھونڈ رہی ہے



کاش وہ خضر بہمنہا ہو جائیں
ٹوٹی کشتی کے نازدا ہو جائیں

رند کے رند ہی مابین اندر سے
خواہ وہ کتنے پار سا ہو جائیں

دل لڑتا ہے پاس جانے سے
کس طرح مل کے پھر جدا ہو جائیں

عس دوراں سستا نہیں سکتا
دردِ مستدوں کی گھر دوا ہو جائیں

کس سے سیکھیں منانے کا منتہ
کیا کریں جب کہ وہ خفا ہو جائیں

حاصلِ زلیٰت بس یہی ہے دوست
چار دن چلیں اور فنا ہو جائیں

طاہرہ ہم وفا کا پیکر ہیں
ان کی مرضی، وہ بے وفا ہو جائیں



کہتے جیسے تھے رسم محبت نہیں رہی
اب دوست سے بھی کوئی شکایت نہیں رہی

کیا دھجیاں اڑی ہیں روایاتِ عشق کی
افسانے بن گئے تو حقیقت نہیں رہی

اک شخص کی کمی سے عجب رنگ ہو گیا
اس زندگی میں جیسے مسرت نہیں رہی

اچھا ہوا کسی نے فراموش کر دیا
برپا تھی دل میں جو وہ قیامت نہیں رہی

سرمایہ حیات ہے میرا غم حیات
خوش ہوں، مجھے خوشی کی ضرورت نہیں رہی

اس درجہ دھوکے کھائے ہیں دنیا کے طاہرہ
دیگر فریب کھانے کی ہمت نہیں رہی



میں نے کیا اضافہ تھا جس کے وقار میں
 اُس نے بچپائے کا نٹے میری رہ گزرا میں
 آنکھیں ہوئیں جو چار تو کیوں رنگ اڑ گیا؟
 احساسِ جرم تھا نگہِ شرِ مسافر میں
 پھولوں کی بنزمِ ناز میں افسردگی سی تھی
 رنگِ خزاں بھی جیسے گھٹا تھا بہار میں
 اب تک بچائے نہ کھا ہے اب ہی بچائے گا
 مجھ کو یقین ہے نہ حمتِ پروردگار میں
 جس کے ملن کے راستے سب بند ہو گئے
 ہے طاہرہ، وہ اب بھی میرے انتظار میں





یہ سوچا نہ تھا بے خبر جائے گا
 تڑپتا مجھے چھوڑ کر جائے گا
 نظر بھر کے دیکھا تو ہلوگا ستم
 وہ آنکھوں سے دل میں اُتر جائے گا
 اگر تھم گئے میرے اشک رواں
 سمت در کا دامن سکر جائے گا
 عجب شخصیت ہے گلستاں بدوش
 بہار آئے گی وہ جدھر جائے گا
 اُسے روک لو، وہ اگر چل دبا
 یہ شہر نگاراں، اُجڑ جائے گا
 میرا حال اُس سے نہ پوچھو کبھی
 میرا نام سن کر، بگڑ جائے گا
 یقین ہے مجھے طاہرہ ایک دن
 قلم میرا بھی، نام کر جائے گا



خود ہی ادائے خاص سے آیا، چلا گیا
 کچھ بھی اتا پست نہ بتایا، چلا گیا
 شرط وفا تو یہ تھی رہے زلف کا اسیر
 وعدہ مگر نہ اس نے نبھایا، چلا گیا
 ملتی نصیب ہو گئی بس ایک جنت میں
 دنیاۓ دوں سے پھپھا چھڑایا، چلا گیا
 بجلی کی تھی کڑک کہ تھا طوفان کا غرور
 اک خواب بن کے ہوش پہ چھایا، چلا گیا
 بزمِ طرب میں مجھ کو کنکھیلوں سے دیکھ کر
 دیوانگی کا گیت سُنایا، چلا گیا
 اخلاص یا عداوتِ دیرینہ مجھ سے تھی
 یہ راز اُس نے مجھ سے چھپایا، چلا گیا
 دو چار جملے طاہرہ، کیا زیرِ لب کہے
 الفاظ کا معتمہ بنایا، چلا گیا



خود اپنے آپ میں ڈوبا ہوا لگے ہے کوئی
 کسی خیال میں کھو یا ہوا لگے ہے کوئی
 اڑی اڑی سی ہے رنگت، نظریں ویرانی
 غموں کی آنچ میں تپتا ہوا لگے ہے کوئی
 نہ جانے کون سا سمبندھ، کیا مہمہ ہے
 مسکے وجود پہ چھایا ہوا لگے ہے کوئی
 وہ دور دورہ ہی رہتا ہے غریب میں مگن
 کبھی کبھی تو وہ جانا ہوا لگے ہے کوئی
 کسی نے طاہرہ، پامال کر دیا ہو گا
 یہ شہر، جیسے اجاڑا ہوا لگے ہے کوئی





نہ انتظار رہا ، پھر بھی انتظار رہا
 تمہارے وعدے کا اے دوست اعتبار رہا
 کبھی نہ ٹوٹ سکا رشتہ ، دور رہ کر بھی
 میرا وجود تو تم پر سدا ، نثار رہا
 سفر میں زلیست کی تنہائیاں نہ تھیں حائل
 رفیقِ راہ ، ہمیشہ خیالِ یار رہا
 میری نوا میں میری شاعری کی رنگت پر
 سوا تمہارے کسی کا نہ اختیار رہا
 کئی گلاب کھلے جب تمہارا نام لیا
 لبوں پہ طائرہ ، افسانہ بہار رہا





ایسے محوِ جستجو تھے، جستجو کرتے رہے
 دشت میں گلشن میں اس کی آرزو کرتے رہے
 جو گلِ رعنا، نظر سے دور تھا، جاں بہار
 ہم ہر اک موسم میں اُس سے گفتگو کرتے رہے
 ہو گئے تھے گم، خیالِ یار میں کچھ اس طرح
 بے خبر ہو کر نمازوں سے وضو کرتے رہے
 تھا بہاراں کا، جنوں سے ربط کتنا استوار
 ریگزاروں میں بھی جشنِ رنگ و بو کرتے رہے
 تمکنت اتنی، نہ لیتے تھے، سلامِ شوق تک
 آج کیوں اظہارِ الفت، رو برو کرتے رہے
 فن کی خدمت ایک عبادت، فن سے حُسنِ زندگی
 شاعری کی نذر، ہم، دل کو لہو کرتے رہے
 طاہرہ غزلت نشینی بھی نہ راسِ آئی ہمیں
 لوگ کیوں چہرے ہمارے کو بہ کو کرتے رہے



اگرچہ بے بضاعت ، بے نوا ہوں
 کئی ٹوٹے دلوں کا آسرا ہوں
 بھلا کیا دھمکیوں سے میں ڈروں گی
 دہل جائے فلک ایسی صدا ہوں
 محبت میری کمزوری ہے بے شک
 میں دشمن کے بھی زخموں کی دوا ہوں
 نہیں شاہوں کی خوشنودی کی قائل
 فقیدوں کی میں محتاجِ دعا ہوں
 تھی جن کی ٹھوکروں میں کج کلامی
 انہیں پیرکھوں کے گھر کا سلسلہ ہوں
 میرا دل ، بغض و نفرت سے ہے خالی
 خدا کے فضل سے اہلِ صفا ہوں
 کسی کا دکھ ہو، بن جاتا ہے میرا
 کروں کیا طاہرہ ؟ درد آشنا ہوں



سکوں پرہ ور کوئی مسکن نہیں ہے
 کہاں جائیں، کہاں اُلجھن نہیں ہے
 خدا کا فضل ہے، اُسکی عطا ہے
 میرا فن، میرا ہے، اُترن نہیں ہے
 دیارِ زیست میں کانٹے ہی کانٹے
 کہیں گلزار کا دامن نہیں ہے
 کبھی اندازِ خدّ و حال دیکھو
 تمہارے گھر میں کیا درپن نہیں ہے؟
 شکایت "غیر" سے کیوں غیریت کی؟
 خود اپنوں ہی میں اپنا پن نہیں ہے
 ہوا کرتے تھے بچے بھولے بھالے
 مگر بچوں میں اب بچپن نہیں ہے
 کڑی تنقید تم پر کرنے والا
 حقیقی دوست ہے دشمن نہیں ہے

بٹریا میں کیا ریاں سب خالی خالی
 وہ پہلا سا، حسین آنکھیں نہیں ہے
 سب ہی ہیں ”جوڑے گھوڑے“ کا نشانہ
 ہر اساک کو لکھی دہلیز نہیں ہے
 ”قلیٹوں“ میں نہیں لطف رہائش
 وہ گھر کیا گھر، جہاں آنکھیں نہیں ہے
 یہ سچ ہے تپ رہی ہے مدتوں سے
 ابھی تک طاہرہ، کندہ نہیں ہے



دیا تھا ساتھ جس کا اُس نے ہی دی ہے دغا مجھ کو
 خدا یا شکر ہے، کوئی نہ شکوہ یا گلہ مجھ کو
 غموں میں ہوا اضافہ، تھا یہی میرے مقدر میں
 ابھی ملنا ہے باقی اور کچھ شاید سزا مجھ کو
 میں تیرے بعد بھی زندہ رہوں جھیلوں غمِ فرقت
 اگر تو دوست ہے میرا نہ دے یہ بددعا مجھ کو
 کہیں پر لالہ و گل اور کہیں خارِ مُغیلاں ہیں
 تجھے، گلشنِ مبارک، میری کانٹوں کی رہ دا مجھ کو
 نہ کر، باطل سے سمجھوتہ اگرچہ جان بھی جائے
 یہی آتی ہے اکثر آسمانوں سے رندا مجھ کو
 ہوا کیا طاہرہ؟ چپ چپ ہو کیوں؟ آنکھوں میں کیوں سُرخ
 زباں کھولو، سنبھالو دل، سناؤ ماہرِ مجھ کو



کتنا سُندر تھا خواب پھولوں کا
 ملی تعبیر، ہار، سانسوں کا
 کج ادائی کا جھٹکا، ایسا تھا
 ہو گیا ٹکڑے، رشتہ برسوں کا
 گاؤں کی ہائے وہ فضاء رنگیں
 یاد آتا ہے کھیت سوسوں کا
 فرحت افتراء ہوا ”کھجولے“ کی
 کھینچ لیتی ہے بوجھ ذہنوں کا
 غم بچھڑنے کا ہو گیا تازہ
 حادثہ یاد آیا، زخموں کا
 ظاہرہ، اُن کی دید کی تجدید
 دل میں ارمان تھا یہ برسوں کا



برسوں کے خواب، لمحوں میں نقشِ بر آب ہوئے
 روشن تھا جن سے دل، وہ غروبِ آفتاب ہوئے
 میں چاندنی کی کھوج میں رستہ بھٹک گئی
 جو ظلمتوں کی جان تھے، سب کامیاب ہوئے
 دیکھا عجب تماشہ، نشیب و فراز کا
 کل تک جو بے وقار تھے، عالیجناب ہوئے
 کیسا ستم تھا، کیسی جفا، وقت کا کرم
 کوثر تھا جن کا ارث، وہ محروم آب ہوئے
 اندر کے بھید کھل گئے، غارِ اُتر گیا
 چہرے نقاب پوش کئی بے نقاب ہوئے
 کہتا ہے پیٹھ پیچھے جو بدگوئی، زندہ باد
 میرے گناہ دھل گئے، حاصلِ ثواب ہوئے
 دُرویشی تھا پیام، میرا وصف طاہرہ
 جو میرے ہمنشین تھے، سب ہی فیضیاب ہوئے



تہمت لگانے والوں کو خوفِ خدا نہیں
 احساسِ جرم، اُن کو کبھی بھی ہوا نہیں
 حشر ہے، سنگ و خشت ہیں سینے میں جاگزیں
 کیسے یہ دل ہیں جن میں خلوص و وفا نہیں
 سجدوں میں بھیک مانگی ہے امن و امان کی
 صد حیف، مستجاب ہمارے دُعا نہیں
 الجھا ہوا آئینہ، کریں کس سے مشورہ
 راہیں ہزار ہزار، کوئی رہنما نہیں
 خود غرضیوں کے یوں تو نمونے ہیں چار سو
 کہتے کسے ہیں پیار ہمیں تجربہ نہیں
 قسمتِ شبنم لکھا ہے مشیت کا حکم ہے
 کیا ہو سکے بشر سے، جب اُس کی رضا نہیں
 جلیں خود ایک جنگ ہے دنیا میں طاہرہ
 کیونکر وہ جی سکے گا، جسے حوصلہ نہیں



پڑھا لکھا ہے، یہ طاہر تھا اُس کی صورت سے
 مجھے سمجھ نہ سکا اور مجھ ہی کو پڑھ نہ سکا
 مگر خیال کی رفعت کو کیسے چھو پاتا؟
 تھیں اتنی سیڑھیاں حائل، بیچارہ پڑھ نہ سکا
 خود اپنے آپ میں الجھا ہوا تھا اس درجہ
 حصارِ ذات سے آگے ذرا بھی پڑھ نہ سکا
 لگایا زور کئی حاسدوں نے حشر ہے
 مگر خلاف کوئی داستان گڑھ نہ سکا
 یہ طاہر، خط اُن کا ایک معمہ تھا
 زبان کیا تھی، بجز تیکر، غیر پڑھ نہ سکا





رنگِ مہرِ خونِ سکا باقی ہے تو کبِ خار میں
 لذتِ صحرانوردی، ثابت ہے کمرِ دار میں
 زندگی جب بوجھ ہو، دنیا لگے کنجِ قفس
 دل کو ملتی ہے تسلی، دامنِ گلزار میں
 اُس کی دُوری روحِ فرسا ہے مگر یادش بخیر
 ایک ہی ہمدرد ہے اس پر جفا سنسار میں
 چاند، تارے، کہکشاں، سب گوشِ بر آواز ہیں
 ہے کششِ کتنی بلا کی، داستانِ یار میں
 کچھ لگاؤٹ، کچھ رقابت کچھ عنایت کا سوا
 کیسی کیسی خوبیاں ہیں، دشمنوں کے پیار میں
 لاکھ چاہا طاہرہ، کوئی نہ سمجھے اپنی بات !
 راز کھل جاتا ہے پھر بھی خود بخود اشعار میں



کیا ہو گیا کہ دل میرا لگتا نہیں کہیں
بہلانا لاکھ چاہا، بہلتا نہیں کہیں

اس پیکر خیال سے گہرا لگاؤ ہے
دکھلا کے ایک جھلک جو ہرتا نہیں کہیں

خوش نامیوں کا بیڑا سمندر کی گودی میں
ہو جائے تہہ نشیں، تو ابھرتا نہیں کہیں

جب ذہن منتشر ہو، گلستاں کا کیا قصور
بگڑے ہو امراج، سنبھلتا نہیں کہیں

رسم و فدا کے طاہرہ دعویٰ ہیں کھوکھلے
کوئی کسی کے واسطے مڑتا نہیں کہیں





اگر ہے خون رشتہ تو خوں بہانے دو
 ہمارا پیار کا رشتہ ہے، ہار پھولوں کا
 ضرر اٹھائے، کسی کو ضرر نہ پہونچایا
 یہی عمل تو رہا ہے سدا، رسولوں کا
 وہ دیکھو بدلیاں چھائیں وہ کجی لہرائی
 ترانے چھیڑو کہ موسم ہے آیا پھولوں کا
 سنائی دیتے ہیں مجنوں کے درد کے قصے
 فضاے دشت میں ہے زمزمہ بہولوں کا
 وہ ہم نہیں جو ڈریں طاہرہ، زمانے سے
 ہمیں ہیں تجربہ گرداب کا بگولوں کا





آج بھی دردِ سنا نزدِ گِ جاں باقی ہے
 نہ ہن میں اُس سے بچھڑنے کا سماں باقی ہے
 آئے گا ایک نہ ایک دن وہ ضرور آئے گا
 مہتیں بیت گئیں، پھر بھی گمناں باقی ہے
 دوستوں میں نہیں پہلی سی رفاقت کا چلن
 وہ خلوص ہو گیا ایک خواب کہاں باقی ہے؟
 آج تک اُس کی نگاہیں ہیں میرے چہرے پر
 جسم باقی نہیں، چشمِ نگراں باقی ہے
 طاہرہ، موت کو کیوں اتنی ہے عجلت آخر
 کچھ فرائض ہیں میرے، کارِ جہاں باقی ہے





اُنہیں کی مہک گُلستانوں میں ہے
 خیالوں میں ہے داستانوں میں ہے
 ایک انمول ہیرا، سراپا خلوص
 بھی خواہوں میں قدر دانوں میں ہے
 ملاوٹ، بناوٹ، فریب و دغا
 بڑا کھوٹا سودا، دکانوں میں ہے
 زمیں پر میسے چرچے کافی نہ تھے
 کتھا اب میری آسمانوں میں ہے
 کہیں بھی میسر نہیں وہ سکوں
 بزرگوں کے جو آستانوں میں ہے
 بھروسہ تھا جس پر کبھی طاہرہ
 لُٹیرا وہی پاسبانوں میں ہے



تقاضہ تھا وفاداری کا شعلوں سے گزر جانا
اُسی کے ساتھ جینا اور اُسی کے ساتھ مَر جانا

ابھی تو آئے ہو، بیٹھو، بھلا ایسی بھی کیا جلدی
بتاتے کیوں نہیں، آخر تمہیں ہے کس کے گھر جانا

دبے گزرے، ستمے بیتے، نہ تم میں کوئی فرق آیا
وہی عادت پُرانی، وعدہ کرنا اور مکرہ جانا

کسی بھی قافلے والے کو، شک کی تھی نہ گنجائش
جو تھا شخون کا ماہر اُسی کو رہا ہید جانا

بڑی دشواریوں سے طاہرہ، ملتی ہے یہ منزل
نہیں آساں کسی کے خانہ دل میں اُتر جانا





ہوگی عادت، پھر بھی تو، اس طرح عیاری نہ کر
 روبرو تجید، پیچھے، تلخ گفتاری نہ کر
 جو بھی دل میں دفن ہے چہرہ ہے اُس کا آئینہ
 دوستی کے ڈھونگ میں نالک کی تیاری نہ کر
 ادعائے دوستی گر ہے، تو، یارِ مہرباں
 دوست کا دشمن جو ہے اُس کی طرفداری نہ کر
 کتنے پانی میں ہے تو کتنی ہیں باتیں دلفریب
 ہوشیاری دیکھ لی، اب اور ہشیاری نہ کر
 سر پھرا، کہہ کر نہیں گے لوگ تیرے حال پر
 رعب تیرا، جم نہیں سکتا ہے، سرداری نہ کر
 پاک، پاکیزہ فضا میں رہ، ہو کس کو ترک کر
 رہزنوں، مجرم مزاجوں سے کبھی یاری نہ کر
 بغض و کینہ خواہ مخواہ اہلِ صفا سے کس لئے
 ڈر خدا سے طاہرہ، مشقِ گنہگاری نہ کر



یورشِ رنج و آلم میں مسکراتا ہے پسند
 دل پہ جو گزری ہے دنیا سے چھپانا ہے پسند
 شب کی خوابیدہ فضا میں، ہمکشاں کی چھاؤں میں
 اُن کے قصے اُن کی باتیں یاد آنا ہے پسند
 ضبطِ غم کا حوصلہ بھی، ہمتِ مرداں بھی ہے
 پھر بھی تنہائی میں کچھ آنسو بہانا ہے پسند
 ذہن پر جب ہو تناؤ، اور دل پر بوجھ ہو
 عالمِ وحشت میں غزلیں گنگنا نا ہے پسند
 طاہرہ کب پوچھتی ہے آپ سے کوئی سوال
 جھوٹی مسچی کس لئے باتیں بنانا ہے پسند





کبھی نہ ہاتھ ملائیں گے پیر، ملانا پڑا
 ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ہار جانا پڑا
 بحرِ فریب نہ تھا کچھ سیلی باتوں میں
 یہ جانتے ہوئے دل کو فریب کھانا پڑا
 قفس میں رنگ جمانا ہمارا مقصد تھا
 قفس میں رہ کے اڑانوں کے گیت گانا پڑا
 بہت تھا دلکش و مہماں نواز، ملکِ حبیب
 پھر اپنے شہر میں آخر پلٹ کے آنا پڑا
 ہمیں تو طاہرہ آتا ہے 'خول' میں رہنا
 فسانہ غم، ہجر ال مگر سننا پڑا





مٹ گئی رسم و فسائے یہ بھی کوئی بات ہوئی
 ہر کوئی اہلِ جفا، یہ بھی کوئی بات ہوئی
 جس کی یادوں کو لگائے تھے صدا سینے سے
 وہ بھی ہے آج خفا، یہ بھی کوئی بات ہوئی
 ایسے اک شخص کو جو نکہتِ گل سا ہے لطیف
 لوگ کہتے ہیں بُرا، یہ بھی کوئی بات ہوئی
 دل گیا، کیف گیا، حسرت و آہ مان گئے
 کچھ بھی باقی نہ رہا، یہ بھی کوئی بات ہوئی
 عمر بھر جو رہی سہنا تھا لکھا قسمت میں
 کیا نہیں اپنا خدا، یہ بھی کوئی بات ہوئی
 طاہرہ، بھول کے اُس نے نہ کبھی یاد کیا
 اس قدر سخت سنرا، یہ بھی کوئی بات ہوئی



پروردہ خزاں تھے مگر ہم جدھر گئے
 نقشِ قدم پہ پھول ہزاروں بکھر گئے
 راہوں میں خار زار تھے پتھر تھے آگ تھی
 منزل کی دھن میں قافلے والے گزر گئے
 منظر بدل چکے تھے دیارِ حبیب کے
 دروازے بند بندہ جلتے جلتے گھر گئے
 ایسی بھی ایک نظر تھی کسی کی رگرہ کشا
 سب الجھنیں سلجھ گئیں، گیسو سنور گئے
 ہم وہ نہیں جو رُخ پہ ہواؤں کے چل پڑیں
 چٹان بن کے زیست کے طوفاں میں آڑ گئے
 کیا راز تھانہ کھل سکا حیرت کا بے مقام
 درپے جو میرے قتل کے تھے خود ہی ڈر گئے
 شہرت پسند رہ گئے گمنام ہو کے کیوں؟
 گمنام رہ کے طاہرہ، ہم نام کر گئے



مجھے بھی ضد ہے سدا مثل آفتاب رہوں
 نقاب پوش رہوں یا کہ بے نقاب رہوں
 دلوں میں اہل قلم کے رہے مقام میرا
 نہ ہے نصیب اگر صاحب کتاب رہوں
 نہ ڈمگائیں قدم راہ کی صعوبت میں
 میں جو بھی عزم کروں اس میں کامیاب رہوں
 وفا شعار بھی ہوں شیفتہ بھی، حلقہ بگوش
 نگاہ دوست میں کیوں موردِ عتاب رہوں
 مجھے تو پیار ہے انسانیت کے رشتہ
 برائے تشنہ لبان کاش حجام آب رہوں
 نہ دیر میں ہے ٹھکانہ میرا نہ کعبہ میں
 ذرا بتائیے آخر کہاں جناب رہوں؟
 کہیں بھی طاہرہ ملتا نہیں نشاِ طُسکوں
 خود اپنے واسطے کب تک یونہی غدا رہوں



مُسکراتا ہے غم چھپانے کو
یہ فسانا نہیں سننے کو

روٹھ جانا ہمیں بھی آتا ہے
اب نہ آئیں گے ہم منانے کو

چند احباب وقف ہیں گویا
صرف ہماری ہنسی اڑانے کو

پیارہ کارنامہ آپ کیا جانیں
پیارہ ہوتا نہیں دکھانے کو

دل گلستاں میں اب نہیں لگتا
چلیے محکمہ میں خاک اڑانے کو

صبر کا امتحان کہاں تک دیں
صبر آتا نہیں زمانے کو

طاہرہ، ڈوبنے کو تھی کشتی
دستِ غیب نہ گیا بچانے کو



تلاطم گر نہ ہو، کیا زندگی ہے
 بڑی وحشت اثر، آسودگی ہے
 سمندر کی ہے ر و لوق جوش طوقاں
 گرج، شور و شش، یہی اس کی ہنسی ہے
 نہ مانہ آنہ مانا ہے ابھی تک
 کوئی بتلائے ہم میں کیا کمی ہے؟
 جسے چاہے اُسے گرویدہ کر لے
 نگاہِ دوست میں حباد و گری ہے
 نہ ٹوٹا ہے نہ ٹوٹے گا یہ بندھن
 قیامت تک ہماری دوستی ہے
 کسی کی دستگیری، مجرم سنگین
 مروجِ آج کل محسن کشی ہے
 سیاست سے بھلا کیا ربط، رشتہ
 مزاجِ طاہرہ میں شاعری ہے



زندگی اپنی بسر کیسے کروں
 قیدِ بے معیاد میں کیونکر جیوں
 میری منت ہے کہ جب تجھ سے ملوں
 اپنے اشکوں سے تیرا دامن بھروں
 شومی قسمت کی کڑوی داستان
 سننے والا کون ہے کس سے کہوں؟
 پنچھیوں پر رشک آتا ہے مجھے
 کاش ان کے ساتھ میں بھی اڑ سکوں
 خود بخود دامن ہوا جاتا ہے چاک
 طاہرہ ہے آمدِ فصلِ جنوں





کیسے سناؤں طاہرہ ، طوفانی داستاں
 ویران کس طرح ہوا گلشن میں آشیاں
 روحیں قریب ہو کے بھی ہم کٹ کے رہ گئے
 یہ تلخ تلخ فاصلے کیوں آئے درمیاں
 تیری رہافتوں کی قسم ، قیدِ غم میں ہوں
 تجھ سے بچھڑ کے زندگی ، ایک سخت امتحاں
 بے ناخدا ، خدا پہ بھروسہ کئے ہوئے
 کشتی تھپیڑے کھاتی ہوئی ہے رواں دواں
 تجھ کو تھا تجھ پہ ناز ، میں تعبیرِ خواب تھی
 کیا اب بھی یاد آتی ہوں اے میرے قدرِ داں
 تو نے مجھے بلایا مگر میں نہ آ سکی
 مجبور یوں نے ڈال دیں پیروں میں بیڑیاں



وصال روح ہے امکان لب کشائی کیا
کسی عدو کی کسی غیر کی رسائی کیا

پہاڑ راہ میں ہے خیر ہو گریباں کی
خبر یہ یادِ صبا نے مگر سنائی کیا

نہ آشیاں کی تمنا نہ آرزوئے یہ جن
قفس نصیب کو، اب مژدہ رہائی کیا

برائے نام تو، یوسفؑ کے گیارہ بھائی تھے
ہر ایک خون کا پیاسا تھا، ایسے بھائی کیا

ہے ایک ہاتھ میں تسبیح دوسرے میں کچھ اور
یہ میکہ ہے یہاں وضع پارسائی کیا

اگر ہے طاہرہ، جو ہر تو کھل ہی جائے گا
سخن کی زرم میں خود بینی، خود ستائی کیا



چمکتے خوابوں کی تعبیر مل گئی ہوگی
 ہمارے ہی کوئی تصویر مل گئی ہوگی
 پرانی یادیں ابھر آئی ہوں گی بن کے حباب
 پیہ انی جب کوئی تحسیر مل گئی ہوگی
 نہ جانے آپ کو آنے سے کس نے روکا تھا
 رہ حیات میں نہ بحیرہ مل گئی ہوگی
 جلا کئے ہیں مگر روشنی دکھاتے رہے
 ازل سے شمع کی تقدیر مل گئی ہوگی
 بہ شکل شعر کئی زخم ہو گئے ہیں عیاں
 غم و فراق کی تفسیر مل گئی ہوگی
 سلامت آپ کی نیندوں کا لطف و کیف و خمار
 دعائے نالہ شب گمیدار مل گئی ہوگی
 دریاں پہ ان پھر طاہرہ، ہمارا نام
 کہاں سے آہ کو تاثیر مل گئی ہوگی



بیسویں صدی کے ہم شاعر پریشاں ہیں
 مسئلوں میں اُلجھے ہیں فکرو غم میں غلطاں ہیں
 ڈوب کر اُبھر آئے موت سے گلے مل کر
 اپنی سخت جانی کے خود ہی ہم نگہیاں ہیں
 ہم تو ٹھہرے دیوانے ہم تو ٹھہرے مہرانی
 اہل و فہم و دانش کے چاک کیوں گریباں ہیں؟
 کب حساب مانگا تھا آپ کی جفاؤں کا
 کیوں جھکی جھکی آنکھیں کس لئے پشیمان ہیں
 سب کے ہم رہے اپنے، کون ہے مگر اپنا؟
 دھونڈتے ہیں اپنوں کو ہم بھی کتنے ناداں ہیں
 طاہرہ، زمانے کی کروٹوں کا کب کہنا
 ہوں گے یہ بھی ویرانے آج جو گلستاں ہیں



دھوپ کی حدت ہے سر پہ اور لمبا راستہ
 ایک شکستہ حال چھتری تھی، سو وہ بھی اب نہیں
 رات دن بڑھتی ہوئی آبادیوں کا ہو بھلا
 شہر میں جو جھیل نیلی تھی، سو وہ بھی اب نہیں
 دھندلے دھندلے گئے ماضی کے سب نقشِ جمیل
 یادِ بچپن کی سنہری تھی، سو وہ بھی اب نہیں
 بوجھنے کی کوششوں میں کس قدر آتا تھا لطف
 شخصیت اُن کی پہیلی تھی، سو وہ بھی اب نہیں
 گھڑ گئی ہے ساتھ یوں کے مسئلوں کی بھیڑ میں
 طاہرہ خوش تھی اکیلی تھی، سو وہ بھی اب نہیں





بے سبب جو درپے آزار تھے
 ہر مدد کو ان کی ہم تیار تھے
 ہم تو اُن کے بھی یہی خواہوں میں ہیں
 جن کی آنکھوں میں ہمیشہ حُنا تھے
 زندگی میں ایسے ساتھی بھی ملے
 تھے بظاہر دوست، پر عیاں تھے
 آئے وہ بہر عیادت وقتِ ترع
 یوں تو ہم سے دُور تھے بیزار تھے
 دوسروں کو فیض پہنچا کر نہ پایا اجرِ خیر
 ظاہرہ، ایسے بھی کچھ احیاءِ خوش رفتار تھے





دلِ مانتا نہیں ہے کہ ہم سے خفا ہو تم
 تفسیر التفات ہو، اہلِ صفا ہو تم
 ناراضگی کہاں ہے تمہارے مزاج میں
 داماں کو ہنسار کی ٹھنڈی ہوا ہو تم
 یو جا تمہاری کمر کے بھی درشن نہ مل سکے
 جس تک نہ ہم پہونچ سکیں ایسے خدا ہو تم
 یادیں تمہاری باعثِ تسکین ہیں مگر
 اب تک سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ کیا ہو تم
 تم بن نہیں ہے کوئی بھی غمخوار طاہرہ
 ٹوٹے ہوئے وجود کا ایک آسرا ہو تم





قرار لے کے دل بے قرار میں آؤ
 ہے انتظار بہت، انتظار میں آؤ
 جو آسکو نہ شبِ ماہ کے اُجالوں میں
 اندھیری صبح کے گہرے غبار میں آؤ
 تمہارے بن نہیں رہو لعلِ گلوں کی محفل میں
 بہار آئی ہے، جشنِ بہار میں آؤ
 بٹنوں کے در سے ملے گا نہ کچھ بھی مانگے سے
 پلٹ کے رحمتِ پروردگار میں آؤ
 نسیمِ ان کو یہ پہونچا دے طاہرہ کا پیام
 کبھی تو غمکدہ خاکِ ار میں آؤ





مئے اُلفت کا پھر سے جام آئے
 کاش ان کا کوئی پیام آئے
 چاہنے والے اُن کے ہیں لاکھوں
 کیوں ہمارا نہ اُن میں نام آئے؟
 جان لیوا تھی محفل رنگیں !
 دونوں ہاتھوں سے دل کو تھام آئے
 دشمنی کیجئے نہ دشمن سے
 کیا خبر، ایک دن یہ کام آئے
 صدی اکیسویں ہے سر پہ کھڑی
 پاک، پاکیزہ، ایک نظام آئے
 وہ جو آئے، بہاریں ساتھ آئیں
 ’برنداین‘ میں جیسے شیام آئے
 طاہرہ، کب سے منتظر ہے نظر
 نیرنگی میں، مہ تمام آئے



گل و بیل سا وہ رنگین چمن یاد آیا
 حافظ و سعدی کی غزلوں کا وطن یاد آیا
 رشتہ صبح بہاراں کے حسیں دامن میں
 'بزم گلزار' کا ایک شیریں دہن یاد آیا
 نیم وا غنچہ نگس کے تبسم میں نہاں
 تیری دُزدیدہ نظر تیرا چلن یاد آیا
 دردِ ماضی کی کسکِ ذہن میں اُبھری جب بھی
 آرزوؤں کا اُمیدوں کا کفن یاد آیا
 تیری تصویر ہے موجود مگر تو ہی نہیں
 تیرا تیکھا سا وہ اندازِ سخن یاد آیا
 اب تو یہ حال ہے آنکھوں میں نہیں طاقتِ دید
 تجھ سے ملنے کی تھی کس درجہ لگن یاد آیا
 باغِ فردوس میں بھی دل نہ لگا دل نہ لگا
 طاہرہ، سچ یہ ہے، رہ رہ کے دکن یاد آیا



دل سے رخصت ہر کدورت ہو گئی
 دشمنوں سے بھی محبت ہو گئی
 نہ ندگی، کہتے تھے جس کو خارِ زار
 داستانِ رنگ و نکہت ہو گئی
 چھا گئیں یوں روح پر ہندردیاں
 لفظِ نفرت ہی سے نفرت ہو گئی
 آگ کی دنیا تھی جو دنیا وہی
 آپ کے آنے سے جنت ہو گئی
 اک سَراپا ناز نے کیا کر دیا
 بزمِ مسین برپا قیامت ہو گئی
 بے سبب مجھ خستہ جاں سے کس لئے
 چند لوگوں کو عداوت ہو گئی
 اب حریفِ بزمِ سیمین خائف نہیں
 طاہرہ، زخموں کی عادت ہو گئی



کیا خبر تھی کہ پھر نہ دیکھیں گے
 کاشش جی بھر کے دیکھ لیتے ہم
 ہو کے انساں، نہ بان کھل نہ سکی
 بات کرتے ہیں پتھروں کے صنم
 یاد آتے ہو یاد آؤ گے
 بھول سکتے نہیں، خدا کی قسم
 تم سے رشتہ بڑا مقدس تھا
 خوش نصیبی بھلا یہ تھی کچھ کم
 تم ہمارے تھے قدرِ دال مشہور
 تھا ہمارے لئے تمہارا قلم
 یہ بھی کیسی رستمِ ظریفی ہے
 بن تمہارے بھی جی رہے ہیں ہم
 حاکمِ مرہ، زندگی اسی کا نام
 مکرہٹ لبوں پہ، پلکیں غم



ایک چٹان بن کے جیتا ہے
زندگی سے مقابلہ ہے میرا
دشمنوں سے بھی دوستی دل میں
دیکھئے کیسا حوصلہ ہے میرا
آپ ہی آپ ہیں تصور میں
آپ ہی سے معاملہ ہے میرا
دوریاں دور کر نہیں سکتیں!
یادِ ماضی سے رابطہ ہے میرا
سخت جانی ہے میں ہوں اور طوفان
کس قدر سخت مرحلہ ہے میرا
کیوں کروں وقت محفلوں میں تلف
خود سے پہروں مرکالمہ ہے میرا
جو مشیت ہو، وہ قبول مجھے
طاہرؑ، اب یہ فیصلہ ہے میرا



بچھڑ کر تجھ سے پلکوں میں نمی ہے
 بھری دنیا میں کیوں تیری کمی ہے
 تو ہی ایک میرا سچا قدر داں تھا
 تجھ ہی سے شخصیت میری بنی ہے
 تیرے فیضِ نظر کا تھا کرشمہ
 مجھے لوگوں میں جو شہرت ملی ہے
 مری تنہائیاں بھی انجمن ہیں
 تیری یادوں سے میری دوستی ہے
 نبھائے جاؤں سے نعمت سمجھ کر
 نشاطِ غم سے بڑھ کر کیا خوشی ہے؟
 خدا معلوم کیا کیا ہے بھگتنا
 صدی اکیسویں سر پر کھڑی ہے
 لگے ہے جیسے برسوں کا شناسا
 اگرچہ طاہرہ ، وہ اجنبی ہے



میری شائستگی ، وہ کیا سمجھتا
 انارٹی ، نا سمجھ اور خود غما تھا
 ہمیشہ مسکراتے ہی سگری
 اگرچہ دل میں اک کھرام سا تھا
 لگا کر ٹھیس کیوں میری 'اُنا' کو
 خیالوں میں کوئی خوش ہو رہا تھا
 یہی قسمت میں تھا فرقت ہی فرقت
 مسلسل فاصلوں کا سلسلہ تھا
 تلاطم میں ہے کشتی زورگی کی
 کہاں گم ہو گیا جو ناصدا تھا
 بھرم رکھا ہے میں نے بے وفا کا
 زباں کھولی نہیں ، پاس وفا تھا

نمازِ نیم شب میں اُس کو پایا
 جو ہنگاموں میں دن کے چھپ گیا تھا
 کہیں بھی چین سے ٹکے نہ پائی
 مسکے ہمراہ، دائم زلزلہ تھا
 سمندر میں غموں کے پھنس گئی تھی!
 ابھر آئی، یہ میرا حوصلہ تھا
 جو دیکھا مٹر کے میں نے اپنا ماضی
 حسین خوابوں کا ایک بلب پڑا تھا
 خبر لیتا نہیں کیوں طائرہ، آج
 دلاسا مجھ کو جو دیتا رہا تھا



کیلئے تیری رضا نہیں معلوم
 ہونے والا ہے کیا نہیں معلوم
 رہنمائی کے دعویدار بہت
 کون ہے رہنما نہیں معلوم
 کھولتے نامہ دل دھڑکتا ہے
 خط میں کیا ہے لکھا نہیں معلوم
 ہر گھڑی انتظار ملنے کا
 آئے گی کب قضا نہیں معلوم
 دیکھ کر ان کو ہو گئے گم و صم
 کیا ہے یہ ماجرا، نہیں معلوم
 سر نہ جھکنا نہ تھا بت کے قدموں
 کیوں ہوئی یہ خطا نہیں معلوم
 یک بیک آنکھیں پھر اُمتد آئیں!
 طاہرہ! کیا ہوا نہیں معلوم



ہے پوچھنا اللہ سے کیوں اے میرے اللہ
 بھٹکانے کو انسان کے شیطان بنایا؟
 دلکش تھا بہت آپ کا اندازِ تجاہل
 نظریں جو ملیں، نظروں کو انجان بنایا
 صحر کی کشش ایسی تھی گھر میں نہ لگا دل
 جب تک نہ اسے خانہ ویران بنایا
 بچپن سے ہیں شمشیر و تفنگ اپنے کھلونے
 دھمکی نے کسی کی نہ ہراساں بنایا
 کچھ ایسا سہارا ملا اللہ کے در سے
 ہر خوف ۛ خوف ایک انسان بنایا
 جتنا بھی کروں فخر میں قسمت یہ بجا ہے
 ایک شخص کے دل کا مجھے ارہ مان بنایا
 ہو کس کا گلہ طاہرہ، خود میری تھی لغزش
 اُس دشمنِ ایمان کو ہمسایا بنایا



وہ تو خود، قدرت کا ایک شہکار تھا
 علم و دانش، فکر کا معمار تھا
 اُس کی شخصیت 'ہمالہ' سے بلند
 اہل دل کا قافلہ سالار تھا
 اپنی قسمت پر مجھے آتا ہے زعم
 ایک عظیم ہستی کو مجھ سے پیار تھا
 کھلکھلا دیتا تھا فغلی، پر میری
 روح کو جانا کس قدر دشوار تھا
 قہقہہ تھا ہر شکایت کا جواب
 اس سے کچھ شکوہ، گلہ، بیکار تھا
 آج ہے ویران کیوں آنکھیں میرا
 کل جہاں پھولوں کا ایک انبار تھا
 پونچھ دیتا تھا میری آنکھوں سے اشک
 طاہرہ، وہ دوست کیا غمخوار تھا



دل پہ جو بیتی وہ خالہ جِ زبیاں ہے اے دوست
 ہر نفس تلخیِ دُورال کی نہ باں ہے اے دوست
 نہ خلوص اور نہ صروت نہ وفعداری کا پاس
 جسے انسان کہا جائے کہاں ہے اے دوست
 لطف کیا جینے میں جب دوست ملے تیغ بکف
 زلیست لے رنگ سا، ایک خالی مکان، اے دوست
 کتنی ظالم یہ حقیقت ہے کہ وہ کیسے قبول!
 پیار کہتے ہیں جسے وہم و گمّال ہے اے دوست
 اعتبار اٹھ چلا، خود اپنی بھی سچائی کا
 چار سو، جھوٹ کا ایک ایسا سماں ہے اے دوست
 صدی اکیسویں لائے گی کوئی مُردہ نو—؟
 کیا کسی گوشے میں دنیا کے اماں ہے اے دوست
 قُرب سے تیرے ملی عزّت و وقعت و نہ
 طاہرہ، بچھتے چراغوں کا دھنواں ہے اے دوست



کبھی خوشیوں کی دھنک میری یہاں بھی لاؤ
 اپنے قدموں کے نشاں میرے یہاں بھی لاؤ
 میرا آنگن تو ہے اُجڑا ہوا گلشن کب سے
 اپنے ہمراہ، وہ پھولوں کی دُکال بھی لاؤ
 کنجِ عزلت میرا بن جائے گا بزمِ رنگیں
 لب پہ غزلیں لئے افکارِ حواں بھی لاؤ
 کیوں چھپا رکھا ہے خنجر، ہے کسے زلیستِ غزینہ
 ہاتھ تم شوق سے تہِ درِ گِ جاں بھی لاؤ
 شعر کہنا ہے الگ، شعر سنانا ہے الگ
 طاہرؔ، دلکشیؔ طرزِ بیاں بھی لاؤ





ایک نہ ایک دن وہ قتل کر دے گا
 پھر بھی کیوں اعتبار ہے اُس پر؟
 آئینہ کوئی دیکھتا ہی نہیں
 کیسا گرد و غبار ہے اُس پر
 جو چمن تھا خزاں سے پتہ مردہ
 چھائی کیسی بہار ہے اُس پر
 جس نے دنیا گرا دی نظروں سے
 فضل پروردگار ہے اُس پر
 دل تھا اک ادھ کھلا گلاب کبھی
 طائرہ ، غم کا بار ہے اُس پر





ملنا بھی سنرا، اُن سے بچھڑنا بھی سنرا ہے
 اس درد کا کیا ہو کہ نہیں جس کی دوا ہے
 باطل کی سرفرازی و لب تشنہ صداقت
 دنیا میں جدھر دیکھو اُدھر کرب و بلا ہے
 پابند و وفا ہوتے تھے مافی میں کچھ انساں
 سچا تھا کبھی عشق، بزرگوں سے سنا ہے
 پھیلاتے رہے روشنی ہم دل کو عبدا کمر
 خود گھر گئے تاریکی میں حاصل یہ ہوا ہے
 خاموشی کی لذت کو گنوا بیٹھا میرا شہر
 سڑکوں پہ مکانوں میں فقط شور بیلہ ہے
 فنکار کوئی طاہرہ ہو گا کہیں بے خواب
 یہ پچھلے پہر بانسری کی کیسی نوا ہے



ذرا گہرا اندھیرا ہو گیا ہے
 شبِ غم کا سویرا ہو گیا ہے
 رہا جب تک رہا وہ دوسروں کا
 فنا کے بعد میرا ہو گیا ہے
 بلا کا ہے تیری چٹون میں جادو
 جسے دیکھو وہ تیرا ہو گیا ہے
 جہاں میں نے بنایا تھا نشیمن
 اب اوروں کا سیرا ہو گیا ہے
 بڑی پر کیف تھی تاروں کی محفل
 اچانک کیوں سویرا ہو گیا ہے
 میرا گھر طاہرہ، گلشن کا گوشہ
 غمِ دوراں کا ڈیرا ہو گیا ہے



داستاں پہ یوں کی راتوں میں سنا کرتے تھے
 دن میں معصوم خیالوں میں رہا کرتے تھے
 کیسی خوش فہمی تھی، کس درجہ بھروسہ تھا میں
 دل ہی دل میں اُنہیں ہم، اپنا کہا کرتے تھے
 یہ تو معلوم نہ تھا، دردِ محبت کیا ہے
 اجنبی شخص کا بس، نام لیا کرتے تھے
 ہائے وہ دوست، وہ شاموں کی بہاریں ہیں کہاں
 ساتھ مل بیٹھ کے جب پیاء پیا کرتے تھے
 ان کی آواز پہ ہو جاتے تھے بخود، لیکن
 سامنے آئیں تو منہ دھانپ لیا کرتے تھے

ڈبڈبا جاتی تھیں کیوں آنکھیں کسی غم کے بغیر
 آج شک ہوتا ہے ہم پیار کیا کرتے تھے
 جھانک لیتے تھے ذرا پردہ کے اندر سے کبھی
 اور پھر اُن سے تصوّر میں ملا کرتے تھے
 تھا عجب ولولہ انگیز، لڑکپن کا دماغ
 مثلِ شاہین، بلندی پہ اُڑا کرتے تھے
 طاہرہ، آج خود اپنے پہ ہنسی آتی ہے
 یاد ہے؟ ہجر کے ماروں پہ ہنسا کرتے تھے





خوالوں ہی میں آتے ہو، پتہ کیا نہیں معلوم
 کیوں خط نہیں لکھ سکتے، پتہ کیا نہیں معلوم
 لوگوں سے نہ پوچھا کرو احوال، ہمارا
 ہم جیسے فقیروں کا پتہ کیا نہیں معلوم
 راہیں بھی وہی گھر بھی وہی کچھ نہیں بدلا
 ہر موڑ سے واقف ہو، پتہ کیا نہیں معلوم
 بھیجو کوئی پیغام، نسیم سحری سے
 دکھ درد کے ماروں کا پتہ کیا نہیں معلوم
 یہ کیسی ادا، کیسی جفا، کیسا تغافل
 بھولے سے چلے آؤ، پتہ کیا نہیں معلوم





آج دیر آنے جو ہیں کل گستاں ہو جائیں گے
 انقلاب ایسے بھی زیرِ آسماں ہو جائیں گے
 دُولتی کب تک رہے گی کشتیِ عمرِ رواں
 ”دیکھتے ہی دیکھتے ہم داستاں ہو جائیں گے“
 ٹھنڈے ٹھنڈے، میٹھے میٹھے، دھیمے دھیمے انکے بول
 ہم نے سوچا بھی نہ تھا، آتشِ فشاں ہو جائیں گے
 بامِ شہرت پہ چڑھایا جلے گا جب اپنا نام
 وہ جو تھے نامہرِ بال اب مہرِ بال ہو جائیں گے
 ان سے ملنے کی کوئی صورت نہ ہو گی عمر بھر
 زندگی میں فاصلے یوں درمیاں ہو جائیں گے
 روکھے سوکھے خالِ صحرا کیا نہیں مقدارِ حسن؟
 جب بہار آئے گی یہ بھی گلفشاں ہو جائیں گے
 طاہرہ، حیرت زدہ ہوں دیکھ کر منظرِ عجیب
 لوٹنے والے امیرِ کارواں ہو جائیں گے



افسوس تیرا دل بھی مجھے توڑنا پڑا
 سرمایۂ نشاط سے مُنہ موڑنا پڑا
 مجبور یوں نے اس طرح گھونٹا میرا گلا
 تیرا حسین خیال مجھے چھوڑنا پڑا
 تجھ سے بچھڑ کے لب پہ نہ آئی ہنسی کی لہر
 ہر درد و غم سے رشتہ مجھے جوڑنا پڑا
 ساتھ ملے ہیں ایسے کہ اللہ کی پناہ
 پتھر کے ساتھ اپنا ہی سر کھوڑنا پڑا
 وہ خواب تھا سراب تھا کیا تھا خبر نہیں
 اس کے قریب ہو کے اسے چھوڑنا پڑا





یہ کیسا ستم، زُلف کے خنم ٹوٹ رہے ہیں،
 فرہاد کے مجنوں کے بھڑ ٹوٹ رہے ہیں،
 کیوں لوگ جنم دنا پہ دیا کرتے ہیں تحفے
 ہر سانس کے ہمراہ جب ہم ٹوٹ رہے ہیں
 پتھر بلا سفر، زیست کا کس طرح کریں طئے
 دم پھول رہا ہے تو قدم ٹوٹ رہے ہیں
 کس موڑ پہ لے آیا ادیبوں کو زمانہ
 ادراق، پریشاں ہیں قلم ٹوٹ رہے ہیں
 بوچھاڑ میں تیروں کے بھی جیتے رہے ہنس کر
 اب طاہرہ، کتنا سہیں، ہم ٹوٹ رہے ہیں





آبادیوں سے دُور، ایک ویرانہ چاہیئے
ہمسائیگی کے واسطے، دیوانہ چاہیئے

اپنوں میں قدرِ مشترک ملنا محال ہے
ہم فکر و ہم خیال سا، بیگانہ چاہیئے

جس دل میں بس گیا ہو جمالِ رُخ حبیب
کعبے کا ہے لزوم نہ بتخانہ چاہیئے

یک طرفہ ہی نہیں ہے یہ جوش و خروش و صل
خود شمع کو بھی صحبت پروانہ چاہیئے

ایک روز ان کی یزیم میں مل جائیگا مقام
تھوڑا سا عزم و جرأت نہ ندانہ چاہیئے

حُنت کی آلودہ نہ جہنم کا کوئی خوف
سُرشاہ میکشوں کو تو، میخانہ چاہیئے

دل ادب گیا ہے طاہرہ، جاہ و شکوہ سے
اب زندگی میں طرزِ فقیدانہ چاہیئے



اٹھو، درودِ بہاراں کا اہتمام کرو
 قدم قدم پہ چہرہ اغاں کا انتظام کرو
 ڈرا رہا ہے زمانہ ڈرانے دو لیکن
 گلوں کا فرش بچھاؤ تم اپنا کام کرو
 جو پیار میں ہے کشش وہ کہاں ہے نفرت
 عدو بھی سامنے آئے اگر، سلام کرو
 دلوں کا توڑنا آساں ہے کچھ کمال نہیں
 جو ہو سکے تو کسی سنگدل کو رام کرو
 خلوص بانٹو، محبت کے پھول بکھراؤ
 خدا کے واسطے بندوں کا احترام کرو
 نہ بھید بھاؤ رہے شیخ اور برہمن کا
 وطن کو طاہرہ، اس طرح شاد کام کرو



زندگی ، مایا حِال ہے اے دوست
 دنیا داری ، وبال ہے اے دوست
 آپیں بھرتے تھے تم کسی کے لئے
 اب وہ اگلا سا حال ہے اے دوست
 چار سو پہرے ، توپیں ، سنگینیں
 تم سے ملنا محال ہے اے دوست
 دوست سے دوست کو حُر اکرنا
 دشمنوں کی یہ چال ہے اے دوست
 آفتِ حیاں ؛ بھیانک ایجا دیں
 آدمی کا زوال ہے اے دوست
 شہرِ آلودہ کی گھٹن ، توبہ
 سانس لینا ، کمال ہے اے دوست

خواب میں آئے بعد مدت کے
 کیا یہ فرخندہ فال ہے اے دوست؟
 میری نظروں میں کمرِ بلا کی زمیں
 آج تک لال لال ہے اے دوست
 تیرے بن چاندنی میں تجھ بھی نہیں
 تیرے بن دلِ ندھال ہے اے دوست
 یادِ ماضی کبھی ستاتی ہے؟
 طائرِ آہرہ کا سوال ہے اے دوست





کیسی چاہت تھی کہ وہ غیب کے دیوانے رہے
 گرچہ دنیا کی نظر میں میرے پر والے رہے
 کیوں میرے کلبۂ احزاں میں چلے آئے تھے جب
 دل کے ہر گوشے میں آباد پری خانے رہے
 یگ کے یگ بیت گئے بھول نہ پائی دنیا
 میری رسوائی کے بکھرے ہونے افسانے رہے
 وہ جو اپنے تھے رہے خون کے پیاسے دائم
 مہرباں، اہل محبت کئی بیگانے رہے
 کعبہ جا کر بھی نہ اصنام سے پیچھا چھوٹا
 حلوہ گر سجدوں میں رنگیں کئی بیت خانے رہے
 طاہرہ، تلخی دوراں کی حقیقت ہے عجب
 میرے کہلاتے ہوئے مجھ سے ہی انجانے رہے



اے گلِ نازِ گلستاں، پھر سے نیا فریب دے
 کتا ہے دلفریب تو، بہرِ خدا فریب دے
 نظروں میں کچھ بناوٹیں، لب پہ فسانے قیس کے
 کر کے وفا کا، ذکرِ خیر، کس نے کہا فریب دے؟
 شتِ ظرِ فریب ہوں، ملتی ہے تھوڑی سی خوشی
 اپنے خلوص کی کتھا، سب کو سنا، فریب دے
 دوستی تیری سرسری، وقت گزارنے کا رنگ
 پھر بھی ہے تیرا آسرا، اور ذرا فریب دے
 دامِ فریب تیرا فن، تیری ادا میں بانگین
 ہے یہ میری دلی دُعا، مجھ کو سدا فریب دے
 تو میرے دل کا میہماں تجھ پہ نثارِ میری جاں
 طاہرہ کی ہے التجا، دور نہ جا، فریب دے



یہ کون لوگ ہیں، کتنی ہیں صورتیں ان کی؟
سمجھ میں آ نہیں سکتیں حقیقتیں ان کی!

بڑے تپاک سے دیتے ہیں نرم میں دعوت
در اصل نہ ہر ہلاہل ہیں صحبتیں اُن کی!
رچا کے ڈھونگ محبت کا کرتے ہیں شبنون
ہیں ان کے پیار میں پوشیدہ نفرتیں ان کی

نہ دل میں درد نہ انسانیت نہ ذوق سلیم
مگر زباں پہ ہیں رنگیں حکایتیں اُن کی

بشر کے روپ میں ہیں طاہرہ کچھ اہل نفاق
فساد و فتنہ گری ہی ہیں عادتیں ان کی





کیا کروں قسمت کی خوبی کا بیاں
 جب بہار آئی تو اُجڑا آشتیاں
 کیسا جھونکا تھا جو سب کچھ لے اڑا
 کارواں باقی نہ گردِ کارواں
 وہ نہیں جب بزم میں کچھ بھی نہیں
 دل کشتی اب کیا ہے زیرِ آسمان
 طاقتِ پروازِ بلِ حبائی اگر
 وہ جہاں ہیں ہم پہنچ جاتے وہاں
 طاہرہ، ایک شخص بھی کیا شخص ہے
 غمگسار و دلنواز و رازِ داں





جاہلوں سے نہ ہر گز ملا کیجئے
دُور ہی دُور اُن سے رہا کیجئے

خول سے اپنے باہر نکل کر بھی
زندگی سے ذرا سَکامٹا کیجئے

بے رُخی بے وفائی کے انعام میں
آپ ہی کچھ مقدر سزا کیجئے

دنیا والوں سے ڈرنا تو ہے بُر دلی
ہاں، مگر، صرف خوفِ خدا کیجئے

لوگ گڑھتے ہیں قصے کئی رنگ کے
کیوں یقین کیجئے؟ بس سنا کیجئے

خشکین تیوری میں کہاں دلکشی؟
مُسکرا مُسکرا کر ملا کیجئے

طاہرہ مسکا تصور نہ مِرٹ پائے گا
خواہ کتنا ہی اُکس کو جدا کیجئے



حوادثات کی زد میں اُبھر گیا ہے وہ
 یہ رنگِ بوئے گلستاں بکھر گیا ہے وہ
 ستمِ شکاری میں یوں نام کر گیا ہے وہ
 ستم کی حد سے بھی آگے گزر گیا ہے وہ

کہیں تو ہو گا بسرا، کسی بُلندی پر
 گدھر میں ڈھونڈنے جاؤں کدھر گیا ہے وہ؟

ستارہءِ سحری جیسا خوشنما چہرہ
 پڑی ہے دھوپ کی چادر اُتر گیا ہے وہ
 کٹھور کتنے ہیں یہ لوگ طاہرہ، دیکھو
 یقین ہی نہیں کرتے، سدھر گیا ہے وہ



(نذر مرزا غالب)

کردار ہی سے زینتِ افلاک ہو گئے
 کردار گر گیا، محض و خاشاک ہو گئے
 ہم جیسے سادہ لوح کو دنیا کے ہاتھ سے
 ایسی سزا ملی ہے کہ چالاک ہو گئے
 تھی محض اُن کی دوستی، قلمی ہمارے ساتھ
 یہ کیا ہوا، خطوں میں وہ بے باک ہو گئے
 شاید بہار آگئی، موجِ جنوں لے
 دامن جو سل گئے تھے وہ پھر چاک ہو گئے
 کل تک دوائے درد تھے کچھ لوگ شہر میں
 آج اقتدار کیا ملا، فحاک ہو گئے
 اُن کی نظر نے طاہرہ ایسا اثر کیا
 جو درمیاں حساب تھے، سب پاک ہو گئے



زندہ محمد علی جوہر،

وہ آتے ہیں سپینوں میں ہوتی ہیں ملاقاتیں
 دن سے بھی کہیں بڑھ کر روشن ہیں میری راتیں
 کیا نرم نگاہی ہے ، دلسوزی و دلداری
 یہ کون سا عالم ہے یہ کیسی عنایتیں
 فرہاد کی سرمستی ، مجنوں کا جنونِ دل
 اس آج کی دنیا میں فرسودہ روایاتیں
 تم عشق کی دنیا میں ، رکھو تو قدم پہلا
 اس وقت بہ آسانی سمجھو گے کئی باتیں
 کیا قیدِ ستم تھی وہ جوہر نے کہا جس دم
 ”تنہائی کے ہیں سب دن“ تنہائی کی ہیں راتیں
 ملتے ہی نگہ ان سے ہو جاتا ہے حباد و سا
 ہیں طاہرہ ، نظروں میں کچھ ایسی کراماتیں

نذرِ محذورِ محی الدین



کئے ارضِ دکن نے کیسے کیسے نامور پیدا
 ہوا محذورِ سا اس دیش میں نادرِ پسر پیدا
 ہوا محذورِ پیدا، دل میں دردِ نہ ندگی لے کر
 غریبوں، بے نواؤں سے حقیقی دوستی لے کر
 چلا دشوار راہوں میں چراغِ آگہی لے کر
 آمر ہوتا ہے جو ہوتا ہے ایسا معتبر پیدا
 قلم تھا ہاتھ میں تلوار تھی، مرہم تھا ضربت تھی
 اُسے تھا پیارِ مظلوموں سے ظالم سے عداوت تھی
 زباں آتشِ فشاں تھی پھر بھی شاملِ اس میں اُلفت تھی !
 وِضعِ داری میں لُطفِ خاص تھا دکنی روایت تھی !
 کہاں ہوتا ہے ایسا اہلِ دل اہلِ نظر پیدا !!
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا !!

قطرہ



نہ کوئی غیر ہے ہندو، نہ بیگانہ ہے عیسائی
مسلماناں کے لئے پیغامِ رحمت لے کے عید آئی
ہلالِ عید کہتا ہے، گلے مل جائیں سب انساں
حکومت ہو اخوت کی، محبت کی شہنشاہی

شاعرِ خوش بیاں شہزادِ تمکنت کی یادیں



ہم اشک بہاتے ہیں مگر وہ تو ہے شاداں
ہم ڈھونڈ رہے ہیں جسے وہ ہم سے گریزاں
وہ دور گیا ہم سے بہارِ ولی کی فضا میں
مہتاب کی تحفہ میں ستاروں کی فضا میں
وہ شخصِ محبت کے خزانے کا امین تھا
عرفان میں ڈوبا ہوا ایک زندہ حسین تھا
وہ جس نے پکارا تھا بڑے ناز و داد سے
”کبتک میرے مولا۔ کبتک میرے مولا“
وہ شہزادِ بہت شاد دلِ یارِ یہ ہوگا
تھی بس کی تمنا اُسی دربار میں ہوگا
یہ نچا دے سلام اُس کو صبا میری طرف سے!

سلیمان الریب



وہ ایک زندہ تھا، زائد تھا یا تھا دیوانہ !
 فسانہ بن گیا، کوئی اُسے نہ پہچانا !
 الریب، جب سے بسا نے گیا، ایک اجنبی دیش
 ”دکن کی خاک سے اٹھانے کوئی دیوانہ !“
 خلوص، لطف و مروت تھے اس کی ذات میں ضم
 لزوم مصلحت وقت سے تھا بیگانہ !
 ہزار اُلجھنیں، دشوارے یاں تھیں راہوں میں
 ”صبا“ کا ساتھ نہ چھوڑا، بہ عزم مردانہ
 نظم بلند، خیالات و لولہ انگیز
 ہنسی لبوں پہ، عجب طرزِ بے نیازانہ !
 بغیر اس کے ادا سہی ہے بزمِ اردو میں
 سخن کی شمع پکڑے ہے ہائے پروانہ !!
 الریب نے ہمیں بھیجا ہے طاہرہ یہ پیام
 ”میلِ حیات سے ہنستے ہوئے گنہ جانا۔!!“

امیر احمد خسرو (مرثوم)

(دکن کا مایہ ناز شاعر)



خسرو بھائی تھے آبروئے دکن
 خسرو بھائی تھے لاجواب رتن
 شاعرِ خوش نوا، شفیق بھی تھے
 ایک عالم بھی تھے رفیق بھی تھے
 باخدا بھی تھے باکمال بھی تھے
 غمزدہ بھی تھے خوش خصال بھی تھے
 ہائے کیسی ہوا، فنا کی چلی
 بجھ گئیں کتنی شمعیں محفل کی
 خسرو بھائی نے بھی، عین چھوڑا
 طاہرہ، دل ہمارا کیوں توڑا !



آہ بابی۔ بریگیڈیر گلزار احمد!



دنیا سے سُن رنگِ بہاراں چلا گیا
وہ پھول جو تھا جانِ "گلستاں" چلا گیا
اس پیکرِ خلوص پہ رحمتِ خدا کی ہو
فردوس کی فضا میں خراماں چلا گیا

یاد میں



آیا تھا ایک عرشِ ستارا "چلا گیا"
ہم سب کو روتا چھوڑ کے پیارا چلا گیا
کوئی ہنر شناس نہ اب کوئی قدر داں
جب سے وہ غمگسار ہمارا چلا گیا
ہم کم نصیبیوں کے اندھیروں میں گھر گئے
ہیہات، کوہِ نور ہمارا چلا گیا
اس کے بغیر طاہرہ، دنیا اُداس ہے
جس سے ہمیں تھا پیار، وہ پیارا چلا گیا

اے بریکید پیر سمید!



غمِ دوراں کی بات باقی ہے
 روشنی گم ہے رات باقی ہے
 طاہرہ، کس طرح جدے، کب تک؟
 جانے کتنی حیات باقی ہے



ہو گئے کیوں نظر سے اوجھل آج
 زندگی بن گئی ہے بوجھل آج
 کتنی رولت تھی آپ کے گھر میں
 کوئی آہٹ نہ کوئی سچل آج



ہے خزاں ہر بہار کے آگے
 ہر گل تر ہے خار کے آگے
 سمجھ نہیں اختیار بندے کا
 مرضی کر دگار کے آگے
 (عابد علی خاں مدیر سیاست کے انتقال پر)

چار سو کسرت در اندھیرا ہے
 دل کو آہ و فغاں نے گھیرا ہے
 چل بسا عابد نجمۃ خصال
 بزمِ اردو میں غم کا ڈیرا ہے

نذر سلطان قلی قطب شاہ

اے محمد قلی، باقی ہے تیرا شہر ابھی
یاد گار میں تیری باقی ہیں محبت زندہ
نام تیرا سرِ فہرست رہے سکا دائم
چاہنے والوں کا جب بھی کہیں نام آئے گا
تو نے ہر مذہب و آئین کی عزت کی ہے
حکمران ہونے کے بھی محکوم کو چاہا تو نے
تیرے سینے میں تھا فنکار کا دل
تو رعایا سے الگ تھا نہ کبھی
تیری دو آنکھیں تھیں ہندو مسلم
تیری باتیں ہیں ابھی یاد ہمیں
بانی شہر، ترا شہر تجھے ڈھونڈے ہے
شہر یار، اب بھی تیری ریت یہاں ہے قائم
ابھی اس شہر میں الفت کا چلن باقی ہے
حیدر آباد میں دل والے ابھی بستے ہیں
اب بھی ہوتے ہیں یہاں شعر و سخن کے چرچے
اب بھی لوگوں میں مروت ہے و صدقہ الہی ہے
آج بھی شہر، مثالی ہے تیرا بانی شہر !!

خلدِ آشتیاں میر عثمان علیاں نظامِ ہسقم کی نذر



دکن کا حکمراں تھا جو، دکن کی جس سے عزت تھی

اُسی ”عثمان علی“ کا اسمِ اعظم یاد آتا ہے

اُجالے جس نے پھیلائے اندھیرے جس سے تھکے لہزاں

اسی شمعِ فروزاں کی کمی ہے آج محفل میں

بہارِ علم و حکمت، شاعری، عرفان و خوش طبعی

نظامِ اہل دل کے ساتھ جیسے ہو گئی رخصت

چمن میں ماتم گل ہے، خزاں کا بول بالا ہے

جہاں پھولوں کا سنگم تھا وہاں اک ہمو کا عالم ہے

نہ ماضی کی کہیں رونق نہ تہذیب کہیں باقی !

برائے نام۔ نامِ حیدر آبادِ دکن باقی !!



گوتم بدھ



کرامت ہے یہ گوتم کی، انوکھا انقلاب اس کا
 جس میں تھا فلسفہ اس کا، تصور لا جواب اس کا
 رہے گا جگمگاتا نام مثل آفتاب اس کا
 ہمیشہ زندہ جاوید میں ہو گا حساب اس کا
 امر ہوتا ہے جو ہوتا ہے ایسا با خبر پیدا !
 ہزاروں ہو گئے رشید، اُسے اپنا گرد مانا
 اُسے بھارت کے لوگوں نے بہ شکل دیوتا پوجا
 کلاکاروں نے اُس کے بہت تراشے لوٹ کر چاہا
 اُسے دنیا کے ہر گوشے نے مردِ معتبر جانا
 کہاں ہوتا ہے ایسا طاہرہ، اہل نظر پیدا !!

گرو نانک



عداقت، وحدت و اُلفت کے افسانے تھے آنکھوں میں
 دلوں میں جنبش کرتی تھی 'نانک' کی نظر پیدا
 گرو بنتے نہیں، ہوتے ہیں پیدا حق کی جا
 صدف میں خود بخود ہوتا ہے قدرت سے گھر پیدا
 تجھے ہندو نے اپنا یا تیرا مسلم بھی گرو دیدہ
 تیرے فیضِ نظر نے کر دیا کیسا اثر پیدا
 بشر کا موہ لینا ہی تیرا ہے معجزہ نانک
 بڑی دقت سے ہوتا ہے کسی کے دل میں گھر پیدا
 تیری دانی، عجب آکاش وانی تھی گرو نانک
 یکایک چھٹ گئی ظلمت، ہوا، نورِ سحر پیدا
 تیری محفل میں دنیا نے محبت کا چلن سیکھا
 دلوں کے جوڑنے کا لطف پھیلانے کا فن سیکھا
 تیرے کردار سے انسانیت نے بانگین سیکھا
 تیری صحبت میں انسانوں نے اخلاقِ حسن سیکھا
 کہاں ہوتا ہے ایسا اہلِ دل اہلِ نظر پیدا - ۱۶ !

”رام“

(سری رام لوی کے موقع پر)



چندر کرن - پاکیزہ رام

تیکر نقش قدم کو سلام

کتنا سندر - تیرا نام

کیسا اونچا - تیرا مقام

جس نے بھی تیرا دھیان کیا

من کو اس کے ملا آرام

دشیری، پر رشک آتا ہے

کاش - کبھی مل جائے رام !

کہہ گئے اقبال، سچی بات

”ہندوستان کا ”رام“ - رام“

سنیاسی شہزادے کو

باتو طاہرہ کا پر نام - !

ہمرازی لکشمی بانی

(جھانسی کی رانی)



”ہند ماتا“ کی ایک بیٹی تھی
 نام تھا جس کا لکشمی بانی
 روپ میں زاری تھی مگر شمشیر
 برق کی طرح کوندی، لہرائی
 اُس نے دشمن پہ آگ برسائی
 زندگی کر دی اپنی نذر وطن
 شعلہ انقلاب تھی گویا
 گرمی آفتاب تھی گویا
 آپ اپنا جواب تھی گویا ! ..

قطع

جیالی، سر بکف جھانسی کی رانی شانِ ہندوستان
 تیرے تیور، تیری للکار پر ہوں جان و دل قربان
 ہمیشہ نام تیرا ہو گا آزادی کے پرچم پر
 تیرے نقش قدم باقی رہیں گے تا ابد تاباں !

شہیدِ یسین

(عبدالآباد کا تلگو شاعر)



یہ کیا غضب ہوا، یسین پر ستم ٹوٹا
 ستم بھی کیسا ستم، اپنی خود مثال ہے جو
 نہ کوئی دوجہ نہ تعقیر اور نہ کچھ مقصد
 شہید کہہ دیا شاعر کو، بیوی، بچے کو
 کئی دزدہ دے گھسے گھر میں خون کے پیاسے
 بچھائی پیاس، کیا قتل، ہو گئے غائب
 پتہ نہ چل سکا، ہے کون رہنمائے فساد

ہمارے شہر میں کس کس کی آستیں میں ہیں سانپ !
 شہید ہو گیا ”یسین“، جو تھا اہلِ قلم
 یہ صرف خوں نہیں یسین، کا، ہمارا بھی ہے
 ہمارا دل بھی ہے مجروح آنکھیں اشک نشاں
 کوئی بتائے کہ کس سے کرے کوئی فریاد — !!

یادِ یارِ مہرباں آید ہی

(پاکستان کے میزبانوں کی نذر)



کس قدر یاد آرہے ہیں آپ لوگ !
 دُوریاں پھر آگئی ہیں ، درمیاں
 کوئی دن ایسا نہیں جب آپ کی آئے نہ یاد
 تذکرہ ہے آپ ہی کا ، ہر جگہ ، جاؤں جہاں
 آپ لوگوں کی محبت آپ لوگوں کا خلوص
 زندگی کی اک نشاط اور سنہری داستاں !
 کیا کروں ؟ نہ مٹی سکوں غنچا ہے اس ماحول میں
 آپ سے ہو کر جدا ، اب دل نہیں لگتا یہاں !
 یادِ یارِ مہرباں آید ہی !

پیاری پیاری بھابھیاں ، بھائی ہیں میرے چاند سے
 اور بہن مختار ، جیسے کوئی ہو حورِ جاناں !
 ہر بھتیجی خوبصورت ، نازنیں ، ناز آفریں
 ہر بھتیجا ، خوبہود ، شائستہ ، شوخ و مہرباں !

”ابا جی“ کی پاک نیت کا ہرے بے شک شاہکار
 جنتِ ارضی کا یہ جنجوعہ، عالی، خاندان !
 نرگس و معصومہ، ”تایا ابو“ کی ہیں شیفہ
 قلعی و فالودہ، پِپسی، کون دے ان کو یہاں !
 طاہرہ کو جان سے زیادہ ہیں پیارے آپ لوگ
 آپ لوگوں سا نہیں دیکھا ہے کوئی مہرباں۔ !!

آہ! نجمِ نکہت

(ممتاز ترقی پسند افسانہ نگار)

الجھنوں سے ملی اُسے راحت
پُر سکوں ہو گیا، دلِ نکہت
غمِ جاناں نہ اب غمِ دوراں
خوش ہے جنت میں، "دخترِ جنت"

○
زندگی کیا تھی، لوگ خنجر تھی
رنجِ پیہم سا ایک سمت رہ تھی
تیرے کھا کھا کے مسکراتے یہی
ہمتِ زن کی خبہ، پیکر تھی

○
اے ترقی پسند، اہلِ قلم
کس طرح ہم سہیں تمہارا غم
یادیں رلوائیں گی ہمیشہ ہمیں
صبر آئے سا کم، بہت ہی کم

وعدہ شاہجہاں



"موت" نے مجھ سے تجھے چھین لیا، اے "ممتاز"
 میں تجھے زندہ جاوید بنا ڈالوں گا !!
 یادگار ایسی تیرے نام سے ہوگی منسوب
 جس سے ہو جائیں گی دنیا کی نگاہیں خیرہ
 تیرے دربار میں ہر ملک سے آئے گا سلام
 اہل دل تیری قدم بوسی کو حاضر ہوں گے
 نام تیرا سرفہرست رہے گا ممتاز
 لفظ محبوب کی تفسیر لکھی جائے اگر !!
 ہاں، میرا نام بھی ہوگا کہیں تیرے ہی قریب
 جس نے پوچھا میں تیری کر دیا کہین سب کچھ
 تو ہی تو میرے خیالوں کا رہی ہے مرکز
 ایک شہنشاہ بھی ہو کر میں رہا تیرا اسیر
 گھر تیرا "تاج محل" ہوگا، محبت کی قسم
 ایسا ایک تاج محل، جس کی نہ ہو کوئی نظیر !
 یہ میرا وعدہ ہے "ممتاز"، میرا وعدہ ہے
 میں تجھے زندہ جاوید بنا ڈالوں گا !!

”اٹھر بابا چاند“



ایک بچہ ہے ہمارا چاند
 بھولا بھالا ، پیارا چاند
 آج تھی اُس کی سالگرہ
 ہو سٹل میں تھا تنہا چاند
 سوچ رہا تھا میرے لوگ
 بھول گئے کیا اپنا چاند
 شام ڈھلے جب ہم پہنچے
 ہم سے آکر لپٹا چاند
 گلے لگا کر ہم نے کہا
 کیک ، کیری لف ، پھل لے لو
 پیٹی برتھ ڈے ”بابا“ چاند
 سکالوں پہ اُس کے گلاب کھلے

چہرے ہمارے چوہا چاند
 فکر نہ تھی اُس کو اب کچھ
 بے حد خوش تھا، ننھا چاند
 سینوں میں بانٹے گا مٹھائی
 پریوں کو الپلا چاند

بالونہ گس کا جنم دن 4 اگست



آج کا دن ہے بڑی سچ دھج کا !

مُسکراتی ہوئی صبح آئی ہے

غزلیں سگاتی ہوئی صبح آئی ہے

”بالونہ گس“ کو مبارک یہ دن

بالونہ گس کا جنم دن ہے آج ؟

سینکڑوں سال جیو

سایہ پنجتن پاک رہے سر پہ سدا

دل رہے مرکز ایمان و تجلی و صفا

عمر و اقبال بڑھے ، شاد رہو

شاد و آباد رہو !!

عزت ملک بنو

خدمت خلق کرو

حسن کردار سے گھر بار کو جنت کرو

عالم و تہذیب کا پرچم لے کر

رہنمائی کرو ، انسانوں کی !

سینکڑوں سال جیو

ہو مبارک یہ گھڑی خوشیوں کی !!

سالگرہ مبارک



ہو چھٹے سال کا آغاز، مبارک عذرا
 سینکڑوں سال جیو !
 شاد و آباد رہو !

عزتِ ملک بنو
 خدمتِ خلق کرو
 چشمہ فیض بنو

تم چمکتا ہوا ایک چاند ہو، پیاری عذرا
 دُور دنیا کا اندھیرا ہو تمہارے دم سے
 تمہیں اللہ سرفراز کرے
 ”برتھ ڈے“، تم کو مبارک عذرا

تم تو ہو، ”پاروتی“ ماہ پیری، جانِ بہار
 ”نانا جی“۔ تم سے بہت کرتے ہیں پیار
 ”ہلپی برتھ ڈے“ کو یو !!

استقبال

محترمہ صدیقہ شبیم (مقیم لندن) کی آمد پر



شبیم کی طرح آتی ہو آغوشِ چین میں !
 لے آتی ہو ایک کارواںِ خوشبو کا دکن میں !
 تم دل میں ہمارے ہو سدا، ہم سے ہونہر دیک
 پردیس میں رہ کر بھی ہو تم اپنے وطن میں !
 جب غزلیں سُنا تی ہو، بدل جاتی ہے دنیا
 چلتی ہے ہزاراں کی ہوا، ترمِ نسجن میں
 اُردو کی نمائندہ ہو، اشعار کا دیواں
 چہرے سے لگے بے کہ ہو ڈوبی ہوئی فن میں !
 کوشش تو یہ تھی طاہرہ، رازہ اپنا رہے رازہ
 و شبیم، سے ارادت نہیں چھپتی میرے من میں !

”فرنِ ولا“

”(ایوانِ شمع“)



”فرنِ ولا“ — تہذیبِ پارینہ کی ہے ایک کہکشاں !
 ہر در و دیوار میں علم و ہنر کی داستاں !
 کہتے ہیں فرزندِ والا شان، کا ہے یہ مکاں !
 اہلِ ذوق و فکر اس کے ہیں ہمیشہ میہماں
 ”فرنِ ولا“ کے ایک حصے میں ہے ”ایوانِ شمع“
 مرکزِ شعر و ادب، شائستگی کا ترجمان !
 سرپرستِ اہل فن، جو ہر شناس و دلفناں
 ”انوری بیگم پرنس“ اس کی ہیں روحِ رواں
 سال میں بارہ دفعہ سمجھتی ہے محفلِ شعر کی
 جس میں ہوتے ہیں شہامتِ جاہ، شخصاً میزبان
 صاحبِ حسنِ نظر، اُردو کے دلدادہ پرنس
 آصفی اقدار کے ہیں پاسدار و پاسباں !
 اپنے پیر کھوں سے ملا ہے شاعری کا جذب و شوق
 پیار ہے اُردو سے یہ ہیں، محسنِ اُردو زبان !
 ”فرنِ ولا“، افسانہ ہے اس دورِ پیرِ آشوب میں
 عظمتِ ماضی کے نقشِ اب بھی ہیں باقی جہاں !!

گیت

(محترمہ بلقیس علاء الدین کے ڈرامے کے لئے لکھا)



زندگی ہے بہاروں کا سنگم !
 دل میں خوشیاں میکرنا چیں چھم چھم !
 آؤ ہستے ہستے گنارہیں
 پھول ، کلیوں کی مانند ہیں ہم !
 اے خدا شادمانی عطا کر
 دور ہم سے ہمیشہ رہے غم !
 کس قدر خوبصورت ہے دنیا
 یہ تو فردوس سے کچھ نہیں کم !
 پیار سے بڑھ کے کیا ہوگی نعمت
 پیار میں کیوں نہ ڈوبے رہیں ہم !

بین المذنبی ایشیائی کا نفس

(منعقدہ سری لنکا)

یہیں تو ہم نے کیا عہد، آسن وہ اُلفت کا

یہیں تو ہم نے گنہ الے کئی حسین لمحات

سُنی ہیں دھڑکنیں انساں کے خونچکاں دل کی

دوائے درد کو ہم ڈھونڈنے یہاں پہ ملے

مسائلِ غمِ دوراں میں کھو گئے اکثر

تلاشِ حق میں کبھی غرق ہو گئے جیسے

یہیں تو ہم نے یہ سوچا کہ زندگی کیا ہے

الگ تھلگ ہمیں رہنے سے کچھ نہیں حاصل

مزرہ تو جب ہے کہ سب مل کے ساتھ ساتھ چلیں

ہمارے یخِ زردہ دل خود بخود پگھل جائیں

اندھیرے دور ہوں، شمعیں جلیں محبت کی

گھٹائیں چھائیں فضا میں خدا کی رحمت کی

غریبی دور ہو افکار اور معیشت کی

یہی ہے سعیِ مسلسل ہماری محفل کی !

بدھ اور مسیحؑ و محمدؐ کا نور لائے ہیں
 ترانے جانفزاں ”گیتا“ سے بھی سنائے ہیں
 کئی عقیدوں کا سنگم بنی ہے، ’کافر نس‘
 مگر ہے منزلِ مقصود، ایک ہی سب کی
 کمرہ دڑوں لوگ ہیں ’مشرق‘ کے آشنائے اَلَم
 شکار کب سے ہیں خود غرضیوں کے، طاقت کے
 حکایتِ غمِ دوراں سے اب نمٹنا ہے
 ترقیات کی راہوں میں ہم کو چلنا ہے
 ملاپ ہو گیا رحوں کا ارضِ لُنکا، میں
 بنا ہے لُھاہرق گھر دوستی کا لُنکا میں

فَرِیَاد

(عورتوں پر منظمِ عالم سے متاثر ہو کر)

”ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے“

ہیں فسانے خونچکاں اس عالمِ سفاک کے

کیا نہیں انسان؟ عورت، کیا وہ ایک حیوان ہے؟

اُس کے بھی سینے میں دل ہے، آرزو، ارمان ہے!

کس لئے؟ کب تک اسے دنیا ستائے جائے گی

بے خطا، بے آسرا پر، ظلم ڈھائے جائے گی

چین میکہ میں اسے ملتا ہے نہ سُسرال میں

اس کو رہنا ہے سدا، اندوہ میں جنجال میں

اپنی مرضی اپنی شخصیت جتا سکتی نہیں

اپنے ذہنی کرب کی حالت بتا سکتی نہیں

صنفِ نازک، ہو کے نازک بھی بہت حساس ہے!

قید سے آزاد ہو جانے کی اس میں پیاس ہے!

صنفِ نازک کی نزاکت میں بھی ہے شکستِ چھٹی!

ہے کبھی دیوی، کبھی زینب، کبھی ستیا سستی!

جوڑا گھوڑا مانگنا ہے کس قدر بھونڈا رواج
 شادیوں میں بھیک لینا، یہ بھی ہے کوئی سماج
 عورتوں کی عزت و ناموس پر حملہ کریں
 ایسے مردوں کو نہ کیوں شہیمان کا چیلہ کہیں
 چاہیئے مردوں کو تاری ذات کا سمجھیں مقام
 وہ یرانی ہو کہ اپنی، اس کا حق ہے احترام
 دستِ قدرت کی حسین تخلیق ہے عورت کی ذات
 مرد کیا واقف نہیں، عورت بھی ہے عالی صفات

کشمیر



کشمیر، ہے شاعر کا
 کشمیر، منظور کا
 کشمیر، ہے پیروں کا
 کشمیر، نظاروں کا
 جھیلوں کا پہاڑوں کا
 سرو، اور چناروں کا
 ہر فصل بڑی سندھ
 بیت جھڑ بھی بہاراں بھی
 دلچسپ مکیں اس کے
 سب اہل قہنر، خوش خوش
 لہجہ میں ہے کیسر کی
 بھیننی بھیننی خوش بوم کشمیر
 صد حیف! حیں کشمیر
 الجھا ہے سیاست میں
 سرمست فضاء، رنگیں
 بارود کی زد میں ہے

قوموں میں تنازع کیوں ؟

کشمیر تو میرا ہے !

کشمیر پر حق کس کا - ؟

کشمیر میرا معبد

کشمیر میری مسجد

کشمیر ہے خباہتوں میں

کشمیر ہے خواروں میں

کشمیر تو میرا ہے !

کشمیر تو میرا ہے !

دھرتی کا دکھ

(فریدہ زین کے افسانوں کا مجموعہ)



دھرتی کا دکھ ہے آج پیشِ نظر
ہے فریدہ کی یہ نئی تخلیق

مجموعہ چوتھا ہے فسانوں کا

غمِ دوراں کلہ ہے یہ آئینہ

عِسمِ انسانیت عیاں اس میں

ساری دھرتی کا دکھ نہاں اس میں

ہے فریدہ کو دکھ سے ربطِ خاص !

یوں تو رانی ہے پھولوں کی لیکن

چختی رہتی ہے کانٹے ہستی کے

دل کے زخموں سے ہے شناسائی

دکھ کے ماروں سے اس کو نزدیک

اُس کے لوگِ قلم میں طسّ نہ بھی ہے

کڑوا کر دوا کہیں تبسم بھی
 اس کی گہری نظر سب جان اللہ
 کتنا پُر سوز اس کا حسنِ بیاں
 کیا سلاست ہے، کیا روانی ہے
 'نثر' میں شعر سے کہیں بڑھ کر
 اُس نے جادو جگایا، اُردو کا
 طاہرہ، کون ہے فریدہ زین ؟
 ایک افسانہ ہے فریدہ زین۔ !!

نوائے درد



دل شکنی اور دل آزاری
 کچھ لوگوں کو کیوں ہے پیاری؟
 بیٹھے بٹھائے آگ لگا کر
 نفرت کے شعلے بھڑکا کر
 خلق کو موت کے گھاٹ پہنچا کر
 ملتا ہے کیسا سکون و نشاط !!
 طاغوتی افکار کے مالک
 معصوموں کے قاتل، ظالم !
 کوئی مصوّر اپنے ہنر میں
 کرتا ہے توہینِ حق
 کوئی لیکھک، نوکِ قلم سے
 پیرچوں پہ چھاپ کے یہودہ تحریریں
 فتنہ کرتا ہے برتا !
 جس کا نتیجہ ؟

خانہ جنگی — خون کی ہولی
 جرم و ستم، شیطان کا راج !
 بھولے بھالے غریب عوام
 جان و مال گنوا بیٹھے
 بلوے ، لاقانونی ، جھگڑے
 زخم ہی زخم — فریاد و ماتم
 شہرِ محبت حیدر آباد
 بن گیا مقتل و اویلا — !!

”بہولہ“



ہماری 'نامزدی'، خود کمر شمع قدرت
یہ رسم ہو کے ادا، دائمی جدائی ملی
یہی مشیتِ رب تھی یہی مرا مقسوم !
'دلہن' کے روپ میں بالکل تھیں تم فرشتہ نما !
نہ ایک بار بھی تم کو سجا ہوا دیکھا
تمہیں نہ شوق تھا میک آپ کا اور نہ کپڑوں کا
نظرِ فریب تھا لیکن تمہارا سادہ جمال
تمہاری بھولی نگاہوں میں تھا عجیب کمال !
تھی عقل دنگ میری کیسے نوجواں لڑکی
جھنجھوڑ دیتی ہے انساں کی سفلہ خصلت کو
اُبھار دیتی ہے، پاکیزگی، شرافت کو
عبادتوں کی طُفِ دل کو موڑ دیتی ہے
گناہ و کفر کے، ہریت کو توڑ دیتی ہے
تمہارا ایک پجاری ہوں اور بچھڑا ہوا

یہ ممکنات ہے خارج ہے اے میری دیوی
 کہ میری آرزو، درشن کی ہو کبھی پوری
 اگرچہ منہمک ہوں میں تمہاری پلو جا میں
 تمہارے ساتھ جو رشتہ تھا اب بھی ہے ”جام“
 تمہارے نام کی مالا جپوں کا محشر تک !
 تھی محو خواب بڑی دیر سے میں بستر پر
 میں چونک اُٹھی ہوں پسینے میں تر بتر ہو کر
 یہ کون مجھ سے مخاطب تھا میری خلوت میں ؟
 صدا اُسی کی تھی، لہجہ بھی میٹھا میٹھا وہی !
 مگر یہاں تو کوئی نہیں آس پاس نہیں
 یقین آگیا، ماضی کا ایک ہیولہ تھا — !!

روزن



اتنی ہمت ہی کہاں تم سے ملاؤں لطف میں !
 دیکھ لوں چھپ کے تمہیں ، دل میں یہ حسرت ہے چھپی !
 سال ہا سال ہوئے ، آخری درشن کر کے
 وقت نے مجھ کو دیا ہے ”بن باس“ !!
 تم تھے وہ خواب ، نہیں جس کی کوئی تھی تعبیر
 ڈھونڈتی تم کو پھری پھولوں میں اور کانٹوں میں
 کچھ پتہ چل نہ سکا ، تم ہو کہاں ، کیسے ہو !!
 یاد شاؤ تمہیں میری کبھی آئی ہو گی
 دوستی ، وقتی تھی ، تم نے ہی سوچا ہو گا !
 میرے جذبات تقدس کو نہ پہچان سکے
 میری مجبوریوں ، ناکامیوں ، تم کیا جالو
 ”بیوفا“ کہہ کے ہنسی میری اڑائی ہو گی
 تمہیں احساس نہیں ، کہتے ہیں بن باس کیسے
 مجھ پہ کیا بیت گئی تم کو نہیں اس کی خبر !

جو بھی الزام لگاؤ میرے سر آنکھوں پر !
 اتنی جرأت ہی نہیں اپنی صفائی کمرہوں پیش
 آرزو ہے کہ کسی روز و شب سے
 دیکھ لیں پھر سے تمہیں کاش تہستی آنکھیں !!
 خشک ہونے کو ہیں اسے دوست بہستی آنکھیں !!

نیویارک سے ٹرنک کال



ایک ٹرنک کال، نیویارک کی تھی !
 کس مسیحا نفس نے یاد کیا ؟
 کس کی آواز کا یہ جادو تھا
 غم غلط ہو گئے میسر بکسر
 تھی صدا، یا، نسیم کا چلنا
 ہائے ! وہ اس کا دلنشیں لہجہ !
 بعد برسوں کے بھی نہیں بدلا
 کس قدر پیار اس میں شامل تھا
 کیسی پاکیزہ گی، نہاں اس میں
 دیا پیغام، پیرِ خلوص مجھے
 ”کل وطن جا رہا ہوں میں واپس
 عارضی طور پر یہاں تھا مقیم
 تم میرے دلشیں کیوں نہیں آتیں
 آؤ۔ آکر رہو وہاں مجھ دن
 بدلتیں ہو گئیں تمہیں دیکھے۔“

وقت تھا ختم۔ سال ختم ہوئی
 دھڑکنیں میرے دل کی تیز ہوئیں
 کھو گئی میں کسی لقوہ میں !
 اپنے میکے کے حُسنِ منظر میں !
 میرا میکہ جو ہے بہا۔ بہا۔
 جس کے افراد ہیں گل و گلزار
 طاہرہ۔ دُور ہوں گلستاں سے
 گرہ چہ نزدیک ہوں خیالوں سے
 کیا بلیں گے کبھی نہ بچھڑے ہوئے ؟

خط



ایک سہیلی نے خط میں لکھا اس طرح
زندگی کے سفر کی، ستودہ داستان!

حسب دستور میری بھی شادی ہوئی
میں بھی جیون کے بندھن میں باندھی گئی

ایک ساتھی کے ہمراہ چلتا پڑا

سوکنیں سو طرح کی ملیں راہ میں

کوئی بھونڈی تو کوئی ذرا خوشنما

میں نے سب پر نظر کی بہت غور سے

اپنے ساتھی کے دل کے ورق بھی پڑھے

نام تھا ایک کا بھی نہ ان پر کہیں

پیالہ کرنے کا کب تھا، کسے حوصلہ!

سارے خود غرض وقتی کھلونے تھے یہ

مفت خوری، کلب، ڈانس کے ماسوا

کوئی رشتہ نہ تھا کوئی مقصد نہ تھا

سخت حیرت سے دیکھا یہ سب ماجرا!

ٹھیس میری آنا کو بہت کچھ لگی

پھر یہ سوچا کہ وہ کتنا ہے سادہ لوح
 رحم آیا مجھے اُس کی بینائی پر
 مرد ہو کہ وہ ایک طفلِ نادان ہے !!
 بن چکا ہے وہ لیکن مقتدر میرا !
 ساتھ ساتھی کے چلنا پڑے گالیوں نہیں
 مسکے جذبات کی اہمیت سمجھ نہیں !
 میں تو بیوی ہوں ، بس اور کیا چاہیئے
 گھر بھی ، موٹر بھی ، زیور بھی سب سمجھ تو ہے
 کس قدر قابلِ رشک ہے زندگی !!

(شگیتہ کی جانب سے)

جنت کے پھول



تمہارے واسطے 'جنت' سے تھوڑے پھول بھیجے ہیں
 لگاؤ اپنے بالوں میں سجالو اپنے سینے پر
 لیکاریک، جیسے چونکے تمہاری یاد آئی ہے!
 مجھے ہے اعتراف اس کا میں شاید خود میں تھا لم قسم
 مگر تم شک نہ یہ کرنا کہ تم کو بھول بیٹھا تھا
 سدا جذبات کی آغوش میں پنہاں ہو جان من!
 خیالوں میں رہا کرتی ہو تم، دائم دلہن بن کر!
 بڑی تھی آرزو میری، تمہارا ساتھ مل جائے
 بہت حسرت تھی تھوڑا سا تمہارا پیارا ہاتھ آئے
 مجھے سارا خزانہ ملنے والا تھا کہ قسمت نے
 لگائی ضرب ایک ایسی کہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا!!
 فقط دوری و ہجوری، میرا حصہ، میرا سہرا!
 میں دنیا سے ہوا حصہ تمہاری آرزو لے کر
 یہی ملتی سارے تھے یہی تھا فیصلہ رب کا!!
 میں جنت میں ہوں اب، لیکن سنراے سخت ہے یہ بھی

یہاں حوروں کا جگمگٹ ہے یہاں ہر شے نرالی سی
 اُدا سی کس کو کہتے ہیں نہیں اس سے کوئی واقف
 یہاں جو بھی ہے اپنے میں مگن اور مطمئن، خرم
 دل شاداں، لبِ خداں، نہ کوئی دکھ نہ بیماری

ولے میں بے سہارا ہوں یہاں ایک اجنبی جیسا
 میں ایک قیدی ہوں جنت میں، تجھے کچھ بھی نہیں بھاتا
 جہاں تم رہتی بستی ہو، وہی جنت، میری جنت !!
 میں تم سے اب بھی ہوں منسوب، حوروں سے ہوں بیگانہ
 ”مغلِ معصومہ“ میں نے ہی تمہارا نام رکھا تھا
 تمہاری شخصیت کا تھا پجاری ادب اب بھی ہوں !
 میں دنیا میں تھا دیوانہ تمہارا، ادب اب بھی ہوں !

میں تم سے اب بھی ہوں منسوب، میں اب بھی تمہارا ہوں !
 تمہارے واسطے جنت سے تھوڑے پھول بیجے ہیں
 عقیدت کا محبت کا ارادت کا ہے نذرانہ - !!

اکیسویں صدی



اکیسویں صدی ہے کھڑی مُسکرا رہی !
 آتا ہے ایک دورہ، لئے اک نظام نو
 ہونا ہمیں ہے اس سے ہم آہنگ و ہم قدم
 اُمید کی کرن، نگہ آگہی لئے !

آؤ کہ اہتمام چراغِ کچھ ہم کریں
 انسانیت کا مان، بڑھاتے چلے چلیں
 پرچمِ محبتوں کے اڑا آ جا چلیں
 مردہ دلوں میں آگ لگاتے چلے چلیں
 عزم و عمل کا جوش جگاتے چلے چلیں

قسمت ہمارے ہاتھ میں سارے جہاں کی ہے !
 بگڑا ہوا ہے کام، تو اس کو بنائیں گے
 تارے بھی آسمان سے ہم توڑ لائیں گے
 آپس کا بھید بھاؤ، جہالت مٹائیں گے
 قوموں کو شانتی کا قرینہ سکھائیں گے

قسمت ہمارے ہاتھ میں سارے جہاں کی ہے !
 اکیسویں صدی میں ہو ہر شخص یا وقار
 افلاسِ ذہن و روح کا کوئی نہ ہو شکار
 بس طاہرہؑ ہمیں تعیہ ہے اس دن کا انتظار
 دل سب کے پاک صاف ہوں دل میں شوب کے پیار
 قسمت ہمارے ہاتھ میں سارے جہاں کی ہے !

تتلی



اے پیارے پیارے بچو، تتلی کو تم نہ پکڑو
 تتلی بہت ہے سُندر اور پس میں اس کے نازک
 لگا ہاتھ، اس کو ہوتا ہے کٹا بے حد
 اُڑنے کی اس میں طاقت رہتی نہیں ہے باقی
 تم دور ہی سے دیکھو اس کے پروں کی رنگت
 اللہ نے بنایا ہے کتنا خوبصورت !!

پھولوں سے کھیلتی ہے، باغوں میں ڈولتی ہے
 تتلی بہت ہے اچھا، اس سے کمزور محبت
 ہرگز اسے نہ پکڑو، ہرگز اسے نہ مارو !!

نشاطِ غم



تمامِ غم کے لئے وہ، ایک داغ دے گیا
جو بجھ سکے نہ حشر تک، عجب چراغ دے گیا
اگرچہ دل کو غم ملا، نشاطِ غم بھی مل گیا

بہا کے اشک،، سمجھ سکوں چشمِ نم بھی مل گیا
نشانیاں یہ اس کی ہیں جو میرا جاں نثار تھا
اسی کی یاد کو لئے، میں جی رہی ہوں طاہرہ
اسی کا غم ہے زندگی، ہے زندگی کی چاشنی
نظامِ ہست و بود کا یہی تو راز دار ہے !

ہزار بے قرار یوں کا، ایک یہی قرار ہے

یہ سب اُسی کا لطف ہے جو میرا جاں نثار تھا !!

میری محبت



میری محبت - شعلہ و شبنم
 میری محبت - آبِ زم زم
 میری محبت - خاکِ شفا
 میری محبت - صبح کی ازاں
 میری محبت - برفِ ہمالیہ
 میری محبت - نکمتِ گل
 میری محبت - جھرنوں کا نغمہ
 میری محبت - گہرا سا گم
 میری محبت - ایک سچائی
 میری محبت - جذبہ پاک !
 میری محبت - حرفِ دعا !
 میری محبت - تیرے لئے !
 گرچہ نہیں تو میرے لئے ۔ !

ساتھیو۔ بھائیو



حیدر آباد ہے شہر امن و امان
 مرکزِ حسن و تہذیبِ ہندوستان
 ہندو مسلم کا گھر ہے ہمیشہ سے یہ
 اس کے وارث ہیں سکھ اور عیسائی بھی
 اس ملکستاں کے پھولوں میں کانٹے نہ تھے
 بے سبب، یک بیک، جانے کیا ہو گیا
 کس کی سازش کی زد میں یہ شہر آ گیا
 ساتھیو، بھائیو، سمجھ تو سوچو ذرا — !!
 چاقوؤں سے نہ کھیلو کہ چاقو زنی
 اپنی قومی روایت میں شامل نہیں !
 شہر ہے پیار کا، شہر اخلاص کا
 اس میں سکے محبت کا چلتا رہے
 ہم سب ہی ایک ہیں، پشت در پشت سے !
 وہ جو صدیوں سے مل جل کے بستے رہے
 تفرقے ان میں کیوں؟ سوء ظن کس لئے ؟
 ساتھیو، بھائیو — ساتھیو، بھائیو !!

پیارے مُسافر

کتنے پیارے مُسافر ہو !
 سخت جاڑوں سے بچنے کی خاطر
 دوسرے دیس اُڑ جاتے ہو
 اچھا موسم جب آتا ہے
 تم واپس تب جاتے ہو
 پنچھیوں تم سے ہے پیار مجھے !
 مجھ کو بھی اپنے سنگ لے لو
 میں پرواز کے قابل نہیں
 کیسے بھی اپنے پروں میں چھپا لو !
 اپنے وطن کی سیر کرا دو
 میں بھی اچھے موسم دیکھوں !
 گرد ہو جائیں ذہنی تلاء
 شاید دل کو سکوں مل جائے
 شاید آنکھیں ستارے بنیں
 پنچھیوں مجھ کو نہ چھوڑو تنہا !!

”ہلو“



وہ خواب ہی سہی !!
 مانا وہ خواب تھا — لیکن
 غضب تھی آپ کی شوخی
 کمال زندہ دلی !!
 لبوں پہ موجِ تبسم لئے
 تیاک کے ساتھ
 بڑھا کے ہاتھ — پکارا ہمیں
 ”ہلو — ڈالر لنگ“ !!
 بڑا عجب لگا، آپ کا یہ طرزِ کلام !
 بھنور میں چھوڑ گئے
 یاد ہے ؟ نہ مانہ ہوا

بلا سے آپ کی کیا کیا نہ ہم پہ بیپ گئی !
 نہ جانے آپ کو دی کس نے دعوت دیدار !
 اچانک آپ کو کیوں آگیا ہمارا خیال ؟
 ہمیں تو آپ سے شکوہ بھی اب نہیں باقی
 توقعات کا رشتہ بھی اب نہیں باقی
 بھلا پکار کے کیا فائدہ — ”ہلو ڈالر لنگ“ !!
 یہ بے لکھی زیبا نہیں ہمارے ساتھ
 ہمارے زخموں پہ مت سیجئے نمک پاشی !

فرار



کسی نے چاہا، کرے قید اپنی نظموں میں
 کسی نے باندھنا چاہا، غزل کی ڈوری میں
 جکڑ لے "پتھر" میں، تھیں کوششیں کسی کی بہت
 کسی کو دھن تھی کہ پتھر میں بند کر ڈالے
 مگر

مجھے بھی یہ ضد تھی، مزار ہو جاؤں !
 بس

ایک جھٹکے میں توڑے ہیں تمام زنجیریں !
 میں بادلوں کی طرف اڑ گئی دھواں بن کر
 پھر ان کے ساتھ چلی اور برسی صحرایہ
 بڑے خلوص سے دی "ریگ" نے صلاح مجھے
 میرے وجود میں تم جذب کیوں نہ ہو جاؤ !
 پناہ مل ہی گئی آخر ش فرار کے بعد !!

فن اور فنکار



فن ہی فنکار کا ہے سرمایہ
 خواہ وہ نقش ہو کہ شعر و ادب
 جو بھی تخلیق ہے ، مقدس ہے
 عام لوگوں سے ہٹ کے اک فنکار
 زندہ گی کی حقیقتوں کا شبیہ
 اپنی تخلیق میں سموتا ہوا
 ایک عجب شان بے نیازی میں
 بے خبر شہرت و مذمت سے
 اپنی ہی دُعا میں کھویا کھویا سا
 چھوڑ جاتا ہے اپنے نقش قدم !
 فن سے فنکار زندہ رہتا ہے
 فن ہی فنکار کا ہے سرمایہ !



آہ ، وہ لمحہ رنگیں

وہ میرا حاصلِ زلیت

بن کے ایک قوسِ قزح

ہو گیا غائب کیسے ؟

مدتوں سے متلاشی ہوں

اسی لمحے کی !

جس میں شامل تھا کسی کا سہمند

جس میں مغمم تھے کسی کے آنسو

جس کی خاموشی اک افسانہ ناگفتہ تھی !!



میں اور تو



میں، داسی، تو، راجکمار

تجھ پر میرا کیا ادھیکار؟

میں ہوں بیابانوں کی دھول

تو ہے، باغِ بہشت کا پھول

کڑی بھٹی دل ایسا نثار!

تجھ پر میرا کیا ادھیکار؟

میں داسی تو راجکمار!

یریم سدا میں کرتی رہوں گی

نام کا تیرے، مالا جیوں گی

تجھ سے توقع کچھ نہ کروں گی

میرا ہے 'افلاطونی' پیار!

میں داسی تو راجکمار!

تجھ پر میرا کیا ادھیکار!

”اُفتادِ زمانہ“



تمہاری سانس کے ہمراہ دل میرا لوٹا
وجودِ ہل گیا، برسوں کا ساتھ جب چھوٹا

نہ تم سمجھ سکے مکرو فریب اور نہ میں
بندھی تھیں جن سے اُمیدیں اُنہیں گھر لوٹا

تمہارے بعد میری زندگی بے یا ملبہ
کھلونا بن کے ہوں قسمت کے ہاتھ میں لوٹا

رہی ہے آبلہ پائی سدا شناخت میری
بھر آئے آنکھ میں آنسو، جو آبلہ چھوٹا

خود اپنے واسطے میں طاہرہ مصیبت ہوں
نجومی، ”لکشمی“ کہتا تھا، کتنا تھا چھوٹا



نشان

میں سمجھتی تھی، مجھے چاہتا ہے
 میری نادانی تھی، خوش فہمی تھی۔!!
 اس میں اور مجھ میں تھی ہم فکری ضرور
 مشترک قدروں نے نزدیک کیا تھا شاید!
 دلوں، جوش تھا طوفانوں سے ٹکرانے کا
 ”ساری دنیا کہہ بدل ڈالئے“ وہ کہتا تھا
 انقلابی تھے خیالات، نہایت دلچسپ!!
 میری تعریف بھی کرتا تھا، تمسخر آمیز!
 اُس کے الفاظ میں شوخی بھی تھی، سنجیدگی بھی
 میری قسمت میں ملاقات لکھی تھی اُس سے!
 وہ تو خوشبو تھا، بہاروں کی ہوا کا جھونکا
 مجھے مہکا دیا اور بن گیا خوابِ رنگیں
 جانے کس سمت گیا تو س قنرح کے ہمراہ
 ہاں، میرے ذہن پہ کچھ اپنے نشان چھوڑ گیا!
 یاد آتا ہے کسی گزرے نہ مانے کی طرح!
 ”وہ“ حقیقت ہے مگر ایک فسانے کی طرح!

جھوٹ

○

جھوٹ، کھل جاتا ہے کبھی نہ کبھی

یہ چھپ چھپ کر چھپ نہیں سکتا

بول کر جھوٹ، جو سمجھتا ہے

ساری دنیا کو اس نے لوٹ لیا !!

سخت ناداں ہے عقل کا دشمن

جھوٹ خود تہقہ لگاتا ہے

اور جھوٹے کا کھولتا ہے بھرم !!

گلِ تر



خوشیوں کی علامت بھی ہوں روتی ہوں چمن کی
اندھ سے ہوں پتھر مردہ، مگر، نام ”گلِ تر“ !
مجھ سا بھی کوئی درد کا مارا کہیں ہوگا

دلِ خون میں ڈوبا ہے بظاہر ہوں گلِ تر !
محروم سکون، کانٹوں میں الجھا ہوا دامن
دنیا یہ سمجھتی ہے گلِ تر ہوں، گلِ تر !!

اک اہل نظر بھی نہ سمجھ پایا حقیقت
شاعر بھی مجھے کہتا ہے افسوس گلِ تر !
حل ہونے کا طاہرہ، مجھ سے یہ معمہ

محفل میں گلوں کی بھی لقب میرا ”گلِ تر“ !!

پیام



خوا مخواہ کیوں چرخ کج رفتار کی باتیں کرو
 کعبہ دل کو سنبھالو پیار کی باتیں کرو
 یاد رکھو! دشمنی اک کھیل ہے شیطانِ سلا
 دوستی کے جالِ فرا سنسار کی باتیں کرو
 کس لئے صحرا کے قصے کس لئے یاد جنوں؟
 مسکراؤ، اور۔ گل و گلزار کی باتیں کرو
 دھیمی دھیمی ہی سہی، کچھ روشنی مل جائے گی
 رات اندھیری ہے جمالِ یار کی باتیں کرو
 دُخم ہیں گہرے بہت، مجروح ہے انسانیت
 طاہرہ ہرگز نہ اب تلوار کی باتیں کرو

سمجھ نہ سکی!



وہ کس مزاج کا ہے ؟
 کون ہے ، انوکھا شخص
 فراخ سینہ ، بلند قامت
 لبوں پہ استقبال
 بس ایسا لگتا ہے
 مہمان نواز لوں کا سفیر !!
 وہ ۔ اجنبی کو کبھی اجنبی نہیں کہتا
 عجیب شخصیتِ دلنواز رکھتا ہے
 میں خوش نصیب ہوں اس سے نیاز حاصل ہے
 اگرچہ دور ہوں میں اس کے ملک سے
 لیکن
 خیال اس کا تسلی ہے اور راحتِ جاں
 وہ ایک مردِ مجاہد بھی اور بہادر بھی !
 ہیں اس کے ہاتھ میں شمشیر اور گلدستے
 نرالی اس کی ادا ہے نہ جانے کون ہے وہ
 میرے قریب ہے لیکن اسے سمجھ نہ سکی !!

پیش نظر



تو میرے پیش نظر ہے اے دوست !
 آرزو ہے کہ میں اشعار سناؤں تجھ کو
 تازہ غزلوں کی تصاویر دکھاؤں تجھ کو
 نظمیں، قطعات، فسانے جو لکھے ہیں میں نے
 اُن پہ تنقید تیری، سُننے کو بیتاب ہوں میں
 کس طرح تجھ سے کروں بات میں اپنے فن پر
 زخمِ دل کتنے ہیں گہرے یہ بتاؤں تجھ کو
 میں تو ایک قیدی ہوں جکڑی ہوئی زنجیروں میں
 خود نما، جاہلوں، حیوانوں کی تر ویریں میں
 سانس لیتی ہوئی ایک لاش ہوں لاواریت کی !!
 تیرا پیغام کوئی آئے تو زندہ ہو جاؤں !
 اے میرے قبلہ و کعبہ، میرے مُرشد، میرے دوست
 طاہرہ پر ہو نظر، ایک نظر، ایک نظر !!
 میں ہوں محتاج دعاؤں کی، تیری شفقت کی
 تو ہی تو پیش نظر ہے، وہ ہو بیداری کہ خواب !!

سمجھوتہ



مجھے کیوں قید کر رکھا ہے
 تم نے ذہن میں اپنے ؟
 رہا کہ دو۔ بھلا ڈالو
 گزارش ہے تمنا ہے !
 خلیجیں ہی خلیجیں تھیں
 ہمارے درمیاں دائم
 یہی قسمت ہماری تھی
 نہیں شکوے کی گنجائش
 سب سمجھوتہ کر ڈالیں
 غمِ فرقت سے ہم دونوں
 نہ تم سوچو میری بابت
 نہ میں سوچوں کہاں ہو تم
 انوکھا روپ ہو گا یہ بھی
 لافانی محبت کا۔ !!

”ز • دہ“



کس نے افواہ اڑائی ہے، کہ
وہ زندہ نہیں؟

اُس کی موجودگی پھولوں کی جہیں پر دیکھی !
اُس کی سانسوں کی جھک بادِ صبا میں پائی
نیم وا، کلیوں میں شامل ہے تبسم اُس کا
اُس کے الفاظ کی شیرینی، غزل جس کو کہیں
آبشاروں کے ترنم میں اُسی کی آواز
جھوٹ کہتا ہے جو کہتا ہے، نہیں وہ زندہ
جا بسا ہے کسی پر دیس میں ممکن ہے
مگر

وہ تو زندہ ہے، بہاروں کی ردا اُڑھے ہوئے
مُکراتا ہوا، سگاتا ہوا، لہراتا ہوا
چاندنی میں کبھی تاروں میں کبھی برکھا میں
نت نئے روپ میں آتا ہے نظر شاعر کو !!

خانہ خراب



جب بھی میں نے بنایا کوئی گھر
 لے اُڑیں آندھیاں نہ جانے کدھر
 میرے آنکھ کے پھول، پودے سب ہی
 ہوتے فصلِ گل میں نذرِ خزاں !
 رنگ و نکھت سے گھر سجاۓ تھے
 چار دن بھی کہیں ہوتی نہ بسر
 خواب سارے کچل گئے میسر !!
 اب کوئی گھر نہیں، مگر ہے سکوں !
 بزمِ صحرا میں مسکراتی ہوں
 رقص کرتی ہوں گیت سگاتی ہوں
 لو کہتے ہیں مجھ کو ”خانہ خراب“
 کس قدر دلفریب ہے یہ خطاب !!

آرزو



ہر ایک فکر میں اپنی ہے، میرا غم کس کو !

میں سب کے غم میں ہوں غلطاں

یہ میری فطرت ہے

کہیں بھی دکھ ہو، میرا دکھ ہے میرا قصہ ہے !

مجھے لگاۓ عنایت کا آسرا بھی نہیں

یہ آرزو ہے کسی بد نصیب کے دل کو

میری نہ ہاں سے دلاسا ملے سکون ملے

میرا وجود نسیم بہارہ کی مانند

کہیں سے نکھتِ گل لائے اور پھیلے !

مَلال



نہ تم کو پایا

نہ اپنے کو کر سکے دریافت
ہماری زندگی، جدوجہد کی گتھی تھی

ملال اس کا ہے

جدوجہد سے کچھ نہ ملا

بجئے

شکستہ دلی، نارہ سائی کا احساس

کبھی تو یوں لگا

جیسے کہ مل گئے ہو تم

دھنک کی طرح مگر ہو گئے ہمیں غائب!

تلاشِ ذات کا بھی کرب سہ لیا، لیکن

نہ کچھ پتہ چلا اپنا نہ اپنی منزل کا

بس ایک عالمِ گم گشتگی ہے حاصلِ زیست !!

شہزادہ

میرے خوابوں کا ایک شہزادہ
 خواب میں آیا، آکے لوٹ گیا !
 دیکھ کر مجھ کو مسکرایا وہ
 اور، گلِ سُرخ پھینکے میری طرف
 اس سے پہلے کہ کچھ سمجھ پاتی
 میری نظروں سے ہو گیا اور جھل
 آج تک بے قرار ہیں نیند میں
 آج بھی انتظار باقی ہے !
 میرے خوابوں کا ایک شہزادہ
 میرے دل کا سکون چھین گیا۔ !!

احتجاج

(حیدر آباد کے فسادات سے بیزار ہو کر)



شہرِ فرخندہ، میں یہ کسی تباہی آگئی
 فرقہ دارانہ دبا، امن و اماں کو کھا گئی
 ہر ادیب و شاعر و فنکار کا دل خون ہے
 چاقو مارو، گھر جلاؤ، یہ نیا قانون ہے
 فرقہ واری بربریت سے ہر ایک ناشاد ہے
 چند غنڈوں کی بدولت، شانتی برباد ہے
 کیا ستم ہے کیا غصہ، کیسا ہے یہ امتحان
 رہ رہے ہیں رات دن ہم قاتلوں کے درمیاں
 یہ تو سچ ہے اپنی عادت ہے کہ سہ لیں ہر ستم
 اس سے بڑھ کے کر نہیں سکتے ہیں اب یہ داشت ہم
 دلش کے فنکار اور اہل قلم ہوں ہوشیار
 ہاتھ میں لے لیں قلم کی شکل میں ایک ذوالفقار
 فرقہ واریت فنا — نالودہو فسق و فساد
 آج واجب ہو گیا ہے ہم پر تہذیبی جہاد
 قومی یکجہتی، محبت، طاہرہ پائندہ باد
 اپنے پتہ کھوں کی مروت — وضع داری زندہ باد

ساختہ



تم سے باتیں کرنے دل بے چین تھا !
 دل کی حسرت ، دفن دل میں ہو گئی !
 تم تھے عجلت میں سفر کی اور میں شرمائی بسی
 گفتگو کی تھی نہ مہلت اور نہ رسم
 ہم یگانے ہو کے بھی بیگانے تھے !
 میں تمہاری تھی منگنتر ، کیسے کرتی بات چیت ؟
 میں نے سوچا تھا کہ ہم پچھلے عینم کے دوست ہیں !
 محفلوں میں سننتی رہتی تھی ، تمہارے تبصرے
 تم جو ایک نقاد تھے ، نقاش اور اہل ادب
 تم نہ تھے شاعر مگر شعر و سخن سے تھا لگاؤ
 میرے شعروں اور میرے افکار کے دلدادہ تھے !
 کیوں نہ لوٹے تم سفر سے ، کیا ہوئی مجھ سے خطا ؟
 موت کی آغوش میں کیوں تم نے جا کر لی پناہ ؟
 آج تک حیران ہوں ، بیچین ہوں اور غمزدہ
 ساختہ یہ وہ ہے جس کو بھول سکتا ہے محال !!

ہجر کا رشتہ



ہجر کا رشتہ ہے گتنا استوار
 نہ ندگی بھر اس کا میرا ساتھ ہے
 کس قدر مضبوط ہے اُس کی گرفت
 میرا پیچھا چھوڑنے پہ وہ کبھی راضی نہیں
 کتنے رشتے ٹوٹتے ہیں دوستی کے پیار کے
 خون کے رشتے بھی ہو جاتے ہیں دور
 ہجر کا رشتہ مگر چٹان سا مضبوط ہے
 یہ بلائے جان مجھ پر ہو رہا ہے مہرباں
 ہو گیا ثابت، نہیں راہِ فرار
 ہجر کا رشتہ، بچھڑ سکتا نہیں
 میری قسمت کا لکھا کیسے مٹے !

وہ



وہ ایک آہوئے آزاد تھا

ہوا کی طرح !

کھنچا کھنچا میری زرد میں نہ جانے کیوں آیا !
 بچھایا تھا نہ کسی نے بھی کوئی دامن کہیں
 میں نہ دیکھتی ہی رہی اس کو چشمِ حیرت سے
 اُسے تھا دعویٰ، میں اُس کے ہوں خواب کی تعبیر
 اشارہ کیا اظہار، دل کی دھڑکن کا

زبان بستہ تھی میں، کچھ بھی کہہ نہیں پائی !!

بڑی عجیب ملاقات تھی میری اس سے

یہی تھی اس کی تمنا مجھے کرے سوسا

فسانہ ساز زمانے کو مل گیا موقع ! مگر

وہ، آہوئے آزادہ تھا ہر نہ سکا

پلٹ گیا کسی وادی کسی بیاباں میں !

وہ گم ہے پھر بھی ہے وابستہ میری ہستی سے

ہے اس کا نام مجھ پر اب بھی میرے نام کے ساتھ !!

استدعا



مجھ سے ہرگز نہ محبت کرنا
 میں محبت کی خریدار نہیں
 میں نے چاہا ہے لڑکپن سے تجھے
 روپ میں دیکھا ہے اوتاروں کے
 چھاپ ہے تیرے خیالات کی میرے دل پر
 تیری ہمسائیگی میں سیکھا بہت تجھ میں نے
 میری نس نس میں سمائی ہے تیری عظمت فکر
 کہکشاں ہے تیرے قدموں کے نشاں
 میں نے چاہا ہے تجھے یو جا ہے
 تو نظر آتا نہیں جسم کی صورت لیکن
 ہر شے میں تیرا جلوہ ہے
 دیکھ کر ہوتی ہیں پلکیں میری شبنم شبنم
 خوب واقف ہوں محبت کی چھجن کیسی ہے
 مجھ سے ہرگز نہ محبت کرنا !

خیریت

(خلیجی جنگ کے دوران)

(ایک مہینہ بولے عراقی بھائی کی یاد میں)



میرا عزیز بہادر، عراق ہی میں تو ہے
 نہ جانے کیسی ہے حالت کہاں ہے اس کا پڑاؤ
 مکان اس کا تھا بغداد میں مگر ڈر ہے
 مکان اس کا ہے باقی کہ بچ کی زد میں گیا !!
 وہ میرا دوست، میرا بھائی، قدر داں میرا
 نڈر، محب وطن، اہل ذوق اہل نظم
 خبر نہیں کہ قیامت، میں اُس پہ کیا گزری !
 عراق، دلش ہے اس کا جہاں امان نہیں
 وہ آج سانس بھی لیتا ہے یا شہید ہوا
 بھرا ہوا ہے میرا دل ہزالہ وہ ہموں سے
 کوئی خبر نہ پتہ اور نہ کوئی نامہ بر
 میں کس سے پوچھوں تیری خیریت میرے بھائی ؟

ایک فلسفی دوست کی شادی پر



میں یہ سمجھی تھی کہ تم 'سنیاس' لوگے عنقریب
 تھی خبر شادی کی جس میں، آج وہ رقعہ ملا !
 کس طرح آئے لقیں شادی پہ تم راضی ہوئے
 ہو گئے ہو گے بڑی مجبور یوں میں مبتلا !
 سوچ کر بے ساختہ آئی ہنسی، میں کیا کروں !
 تم سے اہل فکر کے سر پہ بھی ہو سہرا بندھا !!
 تھا تمہارا قول، شادی، ایک مایا جال ہے
 ایسے مایا جال میں خود فلسفی اب پھنس گیا !!
 شادی کیا ہے ؟ اک معتمہ جس کا حل آساں نہیں
 شادی اک سنت بھی ہے ایک فرض بھی اور ایک سزا
 ہے دعا میری، تمہاری زندگی ہو کامیاب
 کوئی جھنجھٹ، مضطرب کرنے نہ پائے ذہن کو
 ہمسفر کے ساتھ دنیا میں رہو تم سرفراز !
 ہو مبارک خانہ آبادی تمہیں اے فلسفی !!

کیا کہیں



(نذرہ گلزار)

دیکھئے اتنی اجازت، آپ کو اپنا کہیں !
ہمدردِ دیرینہ، محسن، جاننا پہچانا کہیں !
آپ جیسا کون ہے رہبر، شفیق و دلنواز
کوئی ہے دنیا میں جس کو لطف کی دنیا کہیں ؟
ہائے کیا فیضِ نظر، کیا غمگساری کی ادا

سوز کا پتلا کہیں، نایاب ایک ہیرا کہیں !

آپ ہیں ”گلزار“ بے شک اور ہم ایک خارِ دشت
آپ ہی بتلائیں یہ رشتہ ہے کیسا ؟ کیا کہیں ؟
گرچہ ہو نسلِ نسلِ برائی سے ہمارا تذکرہ

التجاہ ہے آپ ہمیں ہرگز نہ بیگانہ کہیں !

آپ سے وابستگی ایک حادثہ ہے روح کا

لوگ جو چاہے کہیں، افسانہ یا سچنا کہیں !

بلنا اور مل کر بچھڑنا تھا قیامت سے نہ کم

طاہرہ، رودادِ دل، کس سے کہیں اور کیا کہیں ؟

”گلبرگ سے گلبرگ تک“

(پروفیسر طیب انصاری کا سفر نامہ پڑھنے کے بعد)



گلبرگ سے گلبرگ تک بکھرائے ہیں طیب نے گل
 راہوں کے منظر کس قدر دلکش ہیں یہ مت پوچھیے !
 طرزِ بیاں، حسنِ نظر، کیا دلنشین کیا پُر اثر
 اُردو نہ باں میں نثر ہے یا ایک غزل کیف آفریں
 دہلی سے تا کشمیر ہے اُردو ادب کی داستاں
 اُردو ادیبوں سے ملاقاتوں کا بھی ہے سلسلہ
 تاریخ پر تہذیب پر، شہروں کی ہیں کچھ تبصرے
 لگتا ہے جیسے ہمسفر خود ہم بھی ہیں ”گلبرگ“ تک
 پڑھنے سے جی بھرتا نہیں ایسا سفر نامہ ہے یہ
 ہر چند ہے لمبا سفر ”گلبرگ“ سے ”گلبرگ“ تک
 تھکتی نہیں لیکن نظر، طیب کا ہے ایسا ہنر۔ !!

..

(گلبرگ یعنی گلبرگہ)

حیدرآباد میں آشوبِ چشم کی وباء

خطِ کبوتر کس طرح لے جائے بامِ یار تک
 کیا پڑھے گا یا رہ بیچارے کو ہے آشوبِ چشم
 جس کے چہرے پر آنکھیں یا کہ تھے ”بادام دو“
 چل پڑی ایسی ہوا، اُس کو بھی ہے آشوبِ چشم
 گھورتے تھے بچیوں کو، جو ہمیشہ راہ میں
 شکر ہے اللہ کا، اُن کو بھی ہے آشوبِ چشم
 اب ملاقاتیں ہیں عنقا، فون پر ہے بات چیت
 لب پہ ہے سب کے یہی، آشوبِ چشمِ چشم
 بند آنکھوں سے مناظر میں نے دیکھے خوشنما
 خیر سے اے طاہرہ، مجھ کو بھی ہے آشوبِ چشم

فلسطینی مجاہد



اے فلسطینی مجاہد، دکھ میں ہیں ہم بھی شریک
 تجھ پہ جو بیتا پڑی ہے اس سے ہم ہیں بے قرار
 اہل ہندوستان آزاد کا کچھ پہنچانے ہیں سب
 مدح خواں ہیں ہم فلسطینی مجاہد قوم کے!
 اے فلسطینی مجاہد، تیری ہمت زندہ باد
 تیری طاقت تیری عظمت، تیرے غرّت زندہ باد!
 یاد رکھ غاصب کبھی بھی پھول پھل سکتا نہیں
 ”ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
 ناؤ کا غد کی کبھی چلتی نہیں“
 چمڑہ وزہ عیش ہے یہ جنتِ شداد کا
 غاصبوں اور ظالموں کا دورہ، مرہ سکتا نہیں
 میں نے مانا اے مجاہد تو بہت عملین ہے
 دل نہ چھوڑا کر کبھی، ہے سخت گمرچہ امتحاں
 مردِ میدانی جھیلے ہیں ہر طرح کی سختیاں
 ہر نہ مانے میں ہوئے آزاد کمالِ وقفِ الم

ابنِ مریم، ابنِ زہرا، سب پہ ٹوٹے ہیں ستم
 اے فلسطینی مجاہد، تو ہے فخر کائنات
 کس قدر اونچا ہے تو، ظالم نہیں، مظلوم ہے
 ساری دنیا میں تیرے عزم و عمل کی دھوم ہے
 طاہرہ کی ہے دعا، تیرا وطن آزاد ہو !
 اے فلسطینی مجاہد، تیرا گھر آباد ہو !

آہ عراق!

(امریکہ اور برطانیہ کے ہوائی حملہ پر جو عراق پر ۲۸ دسمبر ۱۹۹۸ء میں ہوا)

اے عراق، آہ عراق!

دل پہ کندہ ہیں شب و روز تیرے
دن چمکتے ہوئے صبح کے بہت گرم سہی
کیف میں ڈوبی ستاروں بھری رات
الف لیلیٰ کا سماں !!

رودِ دجلہ کی نرالی وہ بھین
دلِ ربائی کے مناظر ہر سمت
کہیں مشرق کا نمونہ تو کہیں مغرب کا
تیری آغوش میں کتنی ہیں نہ یارت گاہیں
سینکڑوں دل کا سکون

یاد آتے ہیں مجھے بانکے عراقی چہرے
تیکھی جتوں لبِ خنداں، متواضع، مخلص!
آسماں ٹوٹ پڑا، دشمن جاں کا حملہ
ظلم کی حد سے کوئی؟ بارشِ بزم!
طاہرہ، مانگو دعا اللہ سے

”دستِ غیب آید و کارے بکند“
بزمِ اسلام کی رولت نہ رِٹے !

۱۹۹۲ء سفر ایران سے حیدر آباد واپسی پر



خلوص و مہر کی دولت سمیٹ لائی ہوں
 میں فاصلوں سے بھی قربت سمیٹ لائی ہوں
 وطن سے دور، نمائندہ وطن کی طرح
 وطن کے نام کی عظمت سمیٹ لائی ہوں
 عجب تپاک سے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا
 دلوں کی دھڑکنیں، شفقت سمیٹ لائی ہوں
 نہ بھول پاؤں گی مہماں نوازیوں کی ادا
 گلوں کی بزم سے نکہت سمیٹ لائی ہوں
 حسین مناظر قدرت، لطیف احساسات
 میں اپنے ذہن میں حبّ سمیٹ لائی ہوں
 مزارِ حافظؒ و سعدیؒ پہ حاضری دے کر
 سخن کی دلکشی، لذت سمیٹ لائی ہوں
 بچھڑکے طاہرہ، ایران سے، ہوں افسردہ
 میرا ہوا، غمِ فرقت سمیٹ لائی ہوں !

پیامِ محمرا (سعودی عرب)

مجھے محمرا سے ملا ہے یہ پیام
 ریت میں پھول بھی کھل سکتے ہیں !
 کئی محمرا لورہ، اہلِ دکن
 زکفِ اردو کے چند شیدائی
 ہاتھ میں تھامے پرچمِ اردو
 اجنبی راستوں پہ چلتے ہوئے
 حصّہ اردو کے نغمے گاتے ہیں
 شعر کہتے ہیں نثر لکھتے ہیں
 رہ کے خاکِ وطن سے دور بہت
 ریت میں گلستاں اُگاتے ہیں
 اور اہلِ وطن سے کہتے ہیں
 دیکھئے ہم ہیں کیسے اہلِ وفا !
 کیسی وابستگی ہے اردو سے
 کتنا اردو سے پیار کرتے ہیں
 شمعِ اردو کے ہم ہیں پروانے !

مَدّت کے بعد تہران پہونچ کر

یہی وہ شہر ہے جس میں کبھی ملے تھے ہم
 یہی وہ شہر ہے مل کر بچھڑ گئے ہم تم
 یہی وہ شہر ہے جس میں کھلی تھی دل کی کھلی
 یہی وہ شہر ہے جس میں خزاں نے لوٹ لیا !
 کئی دہوں کے گزرنے کے بعد آئے ہیں
 نہ جا کیا یہاں آگئے ہیں ہم پھر سے
 مگر، یہ شہر تو، اب اجنبی سا لگتا ہے
 ترقی یافتہ، بجد وسیع، خیمہ کناں !
 وہ پہلی بات نہیں، تم نہیں، وہ لوگ نہیں
 وہ لوگ جن کے تھے شیدائی تم بھی اور ہم بھی
 وہ جن کے فیض سے ایران سر فرانہ رہا
 کہاں گیا وہ زمانہ کدھر گئے وہ لوگ ؟
 تمہاری یاد تو دل سے کبھی جدا نہ ہوئی
 فضاء میں اب بھی ہے تہران کی تمہاری جھلک
 قدم قدم پہ بہت یاد آ رہے ہو تم !!
 یہی وہ شہر ہے جس میں ملے تھے ہم دونوں

ہندوستانی مسلمان



میں ہوں ہندوستانی مسلمان
 صاحبِ عزت صاحبِ ایمان
 ایک خدا ہے ایک ہی کتبہ
 ہندوستانی ہم سب یکساں
 میری تمنا، وطن کی خوشحالی
 تن من دھن، بھارت پر قربان
 میں نے بھی کی ہے وطن کی حفاظت
 'بھارت ماتا'، میری بھی ہے 'ماں'
 شانِ وطن ہوں جانِ وطن ہوں
 میں ہوں ہندوستانی مسلمان
 ہر مذہب سے مجھے ہے ارادت
 گیتا، میری، میرا ہے تہذیب
 مندر، مسجد، چورچ، گوردوارہ
 ہر مسئلہ ہے منزلِ جاناں
 مجھ سے ہے میرے وطن میں اُجالا
 طاہرہ، میں ہوں شمعِ فروزاں

ہا۔ ۶۔ ۱

(ایودھیا کے سانحہ کے سلسلے میں)



آخرش دلش کو بہ باد کیا
 دلش کے نام پہ حرف آہی گیا۔ !!
 چند اشراق کی سازش نے کیا سر نیچا
 ایسے بھارت کا، بخوش نام نہ ہا صدیوں سے
 ناگ کے زہر سے مسموم، فضاؤں کو کیا
 ہائے کیا کام کیا، قوم کو بدنام کیا
 کوئی بتلائے کہ اس زہر کا کیا ہے تریاق ؟
 فرقہ وارانہ دماغوں کا کریں کیسے علاج ؟
 کیسے برداشت کریں ظلم و رستم
 آدمیت کی چتا کیسے جلا دیں بولو
 آؤ مل جل کے مڑاؤ ڈھونڈیں
 انقلاب آئے نیا، کوئی مسیحا آئے
 ”دستِ از غیب بروں آید و کارے بکند“

ہمارا حیدر آباد

حیدر آباد ہے، شہر امن و اماں
مرکزِ حسن و تہذیبِ ہندوستان
قطبِ شاہی شرافت کا کسنا ہے
آصفی دور کا ایک شہکار ہے
قومی یکجہتی ہی اس کا کردار ہے
ہندو مسلم کا گھر ہے ہمیشہ سے یہ
اس کے وارث ہیں سکھ اور عیسائی بھی
اس گلستاں کے پھولوں میں کانٹے نہیں
شہر ہے پیار کا، شہر اخلاص کا
اس میں سکھ محبت کا چلتا رہے

ہم سب ہی ایک ہیں
پشت در پشت سے!
ہم تو صدیوں سے بلِ جبل کے بستے رہے
اپنی قومی روایت ہے، دل پارنا!
بغض و نفرت سے ہم لوگ واقف نہیں
دشمنوں سے بھی ہم نے نہ کی دشمنی!
پیار سے بڑھکے کیا ہو گی نعمت کوئی!
زندگی پیار ہے — پیار ہے زندگی!
حیدر آباد ہے، ایک نگہ پیار کا۔!!

”آزادی ہندوستان کی گولڈن جوبلی“

گولڈن جوبلی، مبارک اہل ہندوستان کو
 ہے یہ آزادی کی جوبلی، فتح و نصرت کا نشان
 ہندو مسلم سب نے ملکر جنگ آزادی لڑی
 خونِ دل سے ہم نے آزادی کی لکھی داستان
 باندھ کر سر سے کفن، میدان میں ہم ٹٹ گئے
 بھید بھاؤ، کچھ نہ تھا آپس میں، سب ہی ایک تھے
 شمع آزادی کے سب پرولنے تھے دیوانے تھے
 ہندو مسلم سکھ عیسائی، سب ہی ہندوستانی تھے
 دھرم تھا سب کا یہی، ہندوستان آزاد ہو
 ہو گیا آزاد، جب اپنا وطن، پھر یک بیک
 بٹ گئے خالوں میں ہم، کس ذات اور پات کے
 سادہ لوحی سے ہوئے، دشمنِ نسی سازش کا شکار !
 خیر جو کچھ بھی ہوا، ہونے نہ پائے پھر کبھی
 بھائیو، بہنو، رہو، اب ہو شیاہ، اب ہو شیاہ !
 مادرِ ہندوستان کی لاج نہ کھنا ہے ہمیں !!
 قومی یکجہتی میں عزت اور ترقی کا ہے راز !

دیوالی



آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پھر دیپ جلیں
 دُور ہو جائے، اے میرے دوست، جو مجھے گھیرے ہے
 رشکِ فردوسِ عالمِ اعلیٰ احزاں ہو جائے
 آئے ایک ایسا ہی دیوالی کہ چراغِ اعلیٰ ہو جائے
 تارے دھرتی پر پہنچے، تارے ہیں دیوالی میں
 فچھڑے مل جاتے ہیں سب سے سمجھتے ہیں دیوالی میں
 تو بھی آ جا کہ دیوالی کی ہے آمد آمد !
 تو جو آ جائے تو لبِ لب سے میرے شکوہ نہ گلے
 خیر مقدم کے سہرا لٹکیں نہ عنواں ہو گا !
 ساتھ دیوالی کے آ جا سہرا تیرا احساں ہو گا !
 ساہا سال سہرا بہر، منتظر دید، اے دوست !

راکھی کا تیوہار



آگیا راکھی کا تیوہار
 چار طرف ہے نہ نگ بہار
 جگمگ جگمگ، دلکش سندر
 راکھیوں سے ہے بھرا بازار
 میرے پاس ہے صرف ایک راکھی
 کہاں کہاں میں راکھی بھیجوں
 ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
 راکھی ایک ہے بندھن ایک
 پیار کا ناٹھ لے کر آئی
 بھائیو، دے دو اپنی کلائی
 پریم بندھن کر لو، سہو یکاہ !!
 آج ہے راکھی کا تیوہار — !

ہولی

ہولی پھر آئی ہے رنگین فسانہ لے کر
 شوخیوں، قہقہوں، ثغامت کا موسم آیا
 غم دوراں کے بھی رخ پر ہے خوشی کا غارہ
 بکھرا بکھرا، فضاؤں میں گلال اور عبیر
 آؤ ہم جشن منائیں کہ پھر آئی ہولی !
 ہم وطن کیوں نہ گلے مل کے کریں دور گلے
 اہل دل، اہل خرد اہل جنوں ایک بنیں
 جھوم کر کھیلین محبت کی وفا کی ہولی
 نیک فالوں کا یہ دن نیک شگونوں کا یہ دن
 ساتھیو، کھائیں قسم، عہد کریں آپس میں
 مادرِ ہند کو تاشاد نہ ہونے دیں گے
 اپنی تہذیب کو برباد نہ ہونے دیں گے
 فرقہ وارانہ فسادات نہ دہرائیں گے
 پرچم مہر و وفادیش پہ لہرائیں گے
 ایک ہیں ایک ہیں ہم ایک رہیں گے دائم !

عید الفطر



نہ کوئی غیر ہے ہندو نہ بیگانہ ہے عیسائی
مسلمان کے لئے پیغامِ رحمت بن کے عید آئی
ہلالِ عید کہتا سگڑ مل جائیں سب انسان
حکومت ہو اخوت کی محبت کی شہنشاہی

عید، تہوار ہے آپس کی رواداری کا
عید ایک درس ہے اخلاص کا دلداری کا
عید جیت جے جب انسان ہو انسان کا دوست
دل میں جذبہ ہو وفاداری کا غمخواری کا

عید کی صبح کئی یادوں کی نکبت لائی
پھر تصویر میں کسی دوست کی صورت لائی
یوں تو خوشیوں کا ہے دن پھر بھی کسک ہے دل میں
عید آئی مگر افسانہ فرقت لائی

عیدِ کرمس



ہو مبارک، مسیح کی آمد!
 آسمان و زمین پہ ہیں خوشیاں
 ہمد و غمگسار، آیا ہے
 رنگِ صبح بہار چھایا ہے
 مرہمِ زخمِ زندگی ہے ”مسیح“
 دوست ہے ساری کائنات کا یہ
 اس کا ہر ہر نفس نویدِ بہار
 ہے زباں پر نجات کا پیغام
 دشمنوں سے بھی پیار کرتا ہے
 سب پہ رحمت نثار کرتا ہے
 کتنے مُردوں کو دی حیات اُس نے
 کتنے بیماروں کو شفا بخشی

تھی نظر میں عجب مسیحائی

آج دنیا ہے موت کا بازار

زندہ لاشیں ہیں ہم، نہیں زندہ

روح مردہ ہے، جسم زندہ بگودہ

دل میں نفرت ہے اور لبوں پر پیار

ہم نے سیکھا ہے کھوٹا، کاروبار

ایک نظر تیرے لطف کی عیسیٰ

آکے مُردوں کو زندگی دے دے

بھٹکے انساں کو روشنی دے دے

نیا سال



دوستو، وقت نے لی پھر کروٹ
 اپنی محفل میں پھر ایک، سال آیا
 اور ایک سال گیا عمر رواں کا اپنی
 ہو مبارک کہ نیا سال آیا !
 کاش یہ سال، نیا رنگ زمانہ لائے
 خیر و برکت کا محبت کا فسانہ لائے
 ظلمت و جہل و تعصب ہو جہاں مٹ جائے
 پیار کی جیت ہو، نفرت کا نشان مٹ جائے
 کاش یہ سال، بہاراں کا سندلیہ لائے !
 ایک مدت سے خزاں پکڑا ، دامن اپنا !

گرمیاں



ہر سال مجھ کو آکے ستماتی ہیں گرمیاں
 کیوں بن بلائے، گھر سے آتی ہیں گرمیاں ؟
 گرمی کی رات تھی بچھڑ ایک دوسرے سے جب
 اس سانچے کی یاد دلاتی ہیں گرمیاں !
 کروٹ بدل بدل کے گزرتی تھیں ساری رات
 کس بے رخی سے نیند اڑاتی ہیں گرمیاں !
 کھانے میں کچھ مزہ نہ پہننے میں کچھ مزہ
 بنیراز زندگی سے بناتی ہیں گرمیاں !
 'کوکر' سے فائدہ ہے نہ 'اے' میں کوئی لطف
 ہر چار سمت، آگ لگاتی ہیں گرمیاں
 اے کاش جا چھپوں کسی ٹھنڈے مقام پر
 اللہ کیا کروں کہ ڈراتی ہیں گرمیاں
 رہتا ہے دل تھکا تھکا، افسردہ، بے قرار
 ہاں طاہرہ، ذرا نہیں بھاتی ہیں گرمیاں !!

ہادیو

سیر پیر سے گرتے پتے ○ دیکھ کر
 یاد آئی داستانِ زندگی
 کس بلندی سے گرے ہم خاک پیر!

○ نہ ذرہ ہی کو اے چائے ہے
 خط مگر ان کا، کوئی آتے سے نہیں
 بے بھروسہ ہو گئے سارے خشکون

○ میری آنکھوں کو ہو گیا ہے گیا؟
 ہر طرف تم ہی تم ہو جلوہ گن
 آئینہ میں بھی تم نظر آئے!

○ تم سے ملنا میرا مقدر تھا
 ملنے ہی، گم ہوئے کہ پھرتے ملے
 زندگی تم کو ڈھونڈتے گزری !!

ہائیکو



واہ کیسی نمک حلائی ہے
اپنے محسن کو تہمتیں دینا
اعلیٰ ظرفی کی بے مثال ، مثال



جس کی عزت کے ہم رہے در پے
جرم جس کے چھپائے دنیا سے
آج مجرم ہمیں بناتا ہے



ایک مدت سے کعبہ دل میں
مورتی ایسی چھپ کے بیٹھی ہے
غزلوی بھی ہٹا نہیں سکتا



عجب منظر عجیب اندازِ دنیا ہم نے دیکھا ہے
جیسے مغرب کی لادینی نے دی اسلام کی دولت
ایک ایسا حیرت افزا ملک ، ایران ہم نے دیکھا ہے



شاہ پری ، گل پری و ماہ پری
تینوں پریاں میں میری مونسِ جاں
اللہ اپنی امان میں رکھے

ہائیکو



پیسہ ، پیسہ ، خدا ، معاذ اللہ
 پوچھا ہوتی ہے صرف پیسے کی
 کتنا ادھما ہے آج کا انساں

کہاں انصاف کی ترازو ہے؟
 کس قدر بے سہارا ہے مظلوم
 ظلم پر ظلم کرتا ہے ظالم!

میں گنہگار سہی ، قابلِ تعزیر سہی
 بھر بھی معلوم نہیں کیا تھی میری کوتاہی
 کس لئے مشقِ ستم مجھ پر رہا تھے بھر کے

کسی کمزور پر، بدستار ہے
 پیسہ چھوٹتا ہے زور آور کے
 جانور کہئے ایسے انساں کو

صبح دم آکے صبا نے یہ کہا شوخی سے
رات بھر لکھتا رہا غزلیں ایک آشفۃ سر
سخت حیرت ہے کہ کیوں سونہ سکی میں کل شب!

ہاتھ بیچا کسی نے ذات نہیں
کوئی بد ذات جب کسے فقرہ !
اُس سے پوچھو کہ اُس کی ذات ہے کیا

دوسروں کی خوشی کا بھی ہو خیال
شرطِ انسانیت یہی ہے دوست
خدمتِ خلق، خدمتِ خالق !

ہَآءِ کو



نظر ستاروں پہ ہے ، پیرہن کنارے پر
ذرا سنبھل ، کہیں غوطہ نہ کھائے دریا میں
شناوری سے بھی واقف نہیں ہے اے شاعر!



وہ شمع ہو ، دیا ہو ، ستارہ ہو یا چراغ
ہر ایک تھوڑی روشنی دکھلا کے بجھ گیا
تاریکیوں کو ناز رہا اپنی ذات پر !



تم نے غلط سمجھ لیا ، تم سے ہوں بے نیاز میں
پھولوں میں ہے تمہاری ہی خوشبو بسی ہوئی
یہ اور بات ہے کہ تمہیں کچھ خبر نہیں !



ہائیکو



مال و زر کی تجھے بہت تھی ہو س
تجھ کو سب کچھ ملا ، نیت نہ بھری
لوٹنا ، لوٹنا ، رہی عادت

ایسا کیوں ہے عوض میں نیکی کے
بدیاں ملتی ہیں نیک لوگوں کو
”اہرمن“ شاد کام ہوتا ہے

ٹوٹنے کل خاک میں ملائے تھے
کتنے معصوم ، بے خطاؤں کے گھر
آج تجھ پر ہے ، تہہ بہ تہہ مٹی !





تم سمجھتے ہو ، ہم سمجھتے نہیں
ہر ادا سے تمہاری واقف ہیں
پھر بھی برداشت کر رہے ہیں تمہیں

ہاں ، سہانا ہے ، ہجر بھی اے دوست
تجھ سے ملنے کی آرزو لے کر !
زندگی کتنا مسکراتی ہے !

تم نے مطلق نہ کسی میری چنتا
میرا کیا ہو گا یہ نہ سوچئے تم
چھوڑ کر چل دیئے اکیلا تجھے



ہائیکو

دل میں سو داغ تھے نہاں میگر
تیرے دیدار کا کمرہ شمع ہے
بن گئے ہیں وہ سارے پھول ہی پھول

تمہارے ملنے کی حسرت میں گزری نصف صدی
خدا نے سن کی دعا اور ملا دیا تم سے
خوشی کچھ ایسی ملی ہے کہ مر بھی سکتی ہوں

کس لئے میں اُداس رہتی تھی ؟
کتنی خوشیاں تھیں منتظر میری
آج مجھ پر یہ انکشاف ہوا

ہر پریشانی بھول جاتا ہے دل
جب کہ معصوم مسکراتے لب
”ہائے“ کہتے ہیں، آکے کا لچ سے

ہائیکو



ہائے یہ جو ہی، کی خوشبو، کس دنیا کی خوشبو ہے
دل کی دھڑکن قابو سے باہر، آنکھیں پُترِ نم ہوتی ہیں
اس ہمارے نیم بیہوشی جیسا جادو شامل ہے



گھرے سناٹے میں اکثر، آدھی رات کے بعد
چینچول سے اُلو کی، جاگ اُٹھتی ہے فضا، خوابیدہ
ہوتا ہے محسوس، کوئی فریاد خدا سے کرتا ہو!



پیارے کے جو قابل ہی نہ تھا وہ پیار کا تحفہ کیا جانے
اپنے کو کیا کیا نہ سمجھ کے، آنکھیں ہمیں دکھلانے لگا
ایسی انہونی کی کبھی اُمید تھی اور نہ تھا خدشہ



ہائیکو



جب ملتے ہیں دونوں وقت
دن اور رات کے سنگم میں
یاد تمہاری ستاتی ہے!



بیت گئے کتنے ہی دے
بالوں میں چاندی چھکنے لگی
کب تک دیکھوں تیری راہ؟



کتنے آزاد ، کتنے آسودہ
رشتک آتا ہے پنچھدیوں پہ مجھے
کاش میں بھی اڑان بھر سکتی





سُرخ گلاب کا گلہ سستہ
 تڑپا دیتا ہے دل کو
 دل جس میں ہے داغِ فراق



ٹوٹ کے ان سے پیار کیا
 پر نہ کبھی اظہار کیا
 رازِ ہمارا راز رہا



اپنے ہی گھر میں اجنبی صورت
 لب بستہ ایک مٹی کی مورت
 میرا عجیب افسانہ ہے



ہائیکو



ہند ساگر سے گہرا میرا پیار
 "ایورسٹ" سے بھی اونچا تیرا مقام
 تیری پوجا میں ہے عجیب نشاط



کس جہنم کا وہ میرا دشمن تھا
 قتل کرنے کو آیا تھا لیکن
 دے گیا تحفہ غمِ فرقت



محبت ہو گئی عنقا
 مروت لفظ بے معنی
 جنہیں تو کس طرح اور کس کی خاطر؟



ہائیکو



نیلا لگن ، ہریالا بن
رنگ دونوں کے ہوئے بے رنگ
غارِ گمراہی کے ہاتھ



سال ہیں آتے سال ہیں جاتے
تم سے مگر ہم مل نہیں پاتے
کب تک جھیلیں ایسی سزا



سال نیا ہے ، بات پُرانی
سالِ نو میں ، تمہاری کمی
پلکیں مری بھیگی بھیگی



مطمئن ، پُر سکون ، درخشندہ
کوئی ہوتا نہیں ، خلل انداز
چاندنی ہوں شدید جاڑوں کی !

ہائیکو



یہ سمجھتے ہوئے دھوکا دو گے
دھوکا کھانے کے منتظر ہیں ہم
غمِ دوراں سے ہے وفا داری



عیب جوئی ہے کس قدر معیوب
حسن ظن کس نے تم سے چھین لیا
دل کو پگھلاؤ، دل کو صاف کرو



یاد آتے ہو یاد آؤ گے
بھولنا اپنے لبس کی بات نہیں
یہ مہتر خاص ہے تمہارا، دوست !



کوئی شکوہ کسی سے اور نہ گلہ
اپنا اپنا مقدر اور نصیب
چاہا جس کو ہوا وہ ہم سے دور

ہائیکو

○
 برف گھلنے لگی پہاڑوں کی
 کونپلیں آگئیں درختوں پر
 ابھی جاؤ پہاڑ کے ہمراہ !

○
 اپنے ہی گھر میں ایک پناہ گزین
 درودیلوارہ، اجنبی جیسے
 وقت کا کیا عجب کہشمہ ہے !

○
 دوا بھی کر کے دیکھ لی
 دُعا بھی بے اثر گئی
 سنوہر سکی نہ زندگی

○
 جس نے دیکھا ہو چاند کا ٹکڑا
 کیسے دیکھے وہ دوسرا مکھڑا
 لوگ کیوں بھیجتے ہیں تصویریں ؟

ہائیکو

○
 ڈانٹت تھی عظیم شخصیت
 پھر بھی عورت کو کر گئی رسوا
 پاکبازی کا کاش فن آتا

○
 زندگی ہے عجیب سی گتھی
 جتنا سلجھانا چاہا میں نے اُسے
 وہ تو کچھ اور بھی اُلجھتی گئی

○
 کوئی کچھ بھی کہے نہیں پرواہ
 محض خوشنودی خدا کے لئے
 خدمتِ خلق ہے ہمارا شعار

○
 ہم نے تم سے تو کچھ نہ مانگا تھا
 'دیوتا' ہو کے اور اتنے کٹھور
 اک تبسم بھی تم سے پا نہ سکے

○
 کس قدر بے حجاب ہیں بزدل
 روبرو جھوٹ قصے گڑھتے ہیں
 اور ہم سن کے مسکراتے ہیں

ہائیکو



حُسن کہتے ہیں کسے، یہ راز بتلاتا چلے
اپنی خوشبوئے سخن سے بزم مہر کا تا چلے
شاعر اُردو زباں کی کچھ ہی پہچان ہے



سب تمہارا ہے میرا کچھ بھی نہیں
جس کو جی چاہے دے دو، ارش اپنا
صرف یادیں تمہاری ہیں میری



یہ سراسر غلط بیانی ہے
اسے کہتے ہیں میرا پیر وانہ
جو سراسر تھا مجھ سے بیگانہ



آنکھیں نو نخواستہ، ہاتھ میں تلوار
نیند سے چونک کر میں اُٹھ بیٹھی
بھوت، آسیب، سایہ، کون تھا وہ؟



ایک پرندے نے مجھ کو دی دعوت
آؤ پرواز ساتھ ساتھ کریں
کیسے سمجھاؤں میرے پر ہی نہیں

ہائیکو



بالا دستی میں آپ لاثانی
ظلم ڈھانا ہے آپ کی فطرت
ظلم کہنے میں ہم ہیں بالادست



یہ نہ سمجھو کہ بے زباں ہیں ہم
پرہیز پوشی، وفاؤں کا ہے ثبوت
بند مٹھی کو کھولنا ہے بُرا



پھر سے کیوں کر رہے ہو زخم ہرے
وہ جو ہونا تھا وہ تو تھا مقسوم
کیوں نہ پھولوں کی رُت کی بات کریں



اپنے دامن میں اے صبا لے جا
موتی اشکوں کے بے بہا لے جا
دے دے اُن کو میرے سلام کے ساتھ



غم زدہ دل ہو جس کا میری طرح
جاگے دیکھے 'سوات' کے منظر
بھول جائے گا الجھنیں ساری

ہائیکو

گزر میں صدیاں کئی، حیوان سے انسان بنتے
 آج انسان پھر حیوان ہوا چاہتا ہے
 راس انسان کو آئی نہ بلند ہی اپنی

دُوریاں کر سکیں نہ دُور ہمیں
 پیار میں اور بھی اضافہ ہوتا
 وقت ہارا ہمیں جدا کر کے

گھل کے ہنس لینا گھل کے رولینا
 ہوا کرتا تھا، دردِ دل کا علاج
 قہقہے ہیں نہ آج ہیں آنسو

ناؤ جس کا نہیں کوئی ملاح
 اس میں بیٹھی ہوں میں تن تنہا
 چار سلو سے تھپیرے کھلتے ہوئی

شکسیر کہہ گیا ہے کتنا سچ
 سخت جاڑوں کی چھینے والی ہوا
 بے وفا، آدمی سے بہتر ہے

ہائیکو



دل کے بہلانے کو دل آزاری
بعض لوگوں کا بن گیا ہے مزاج
کس قدر کھوکھلے ہیں اُن کے دماغ



زندگی کیا تھی، فریش کانٹوں کا
پھر بھی خوشیوں کے چند لمحے ملے
شکر کیونکر ادا کروں یارب



دُھوپن، ہونا تو کوئی عیب نہیں
گندگی، پاک صاف کرتی ہے
گندہ ذہنوں کے مرد و زن ہیں عظیم



مجھ پر کھینچ اُچھالنے والے
خود ہی کھینچ میں ہو گئے لُٹ پُٹ
واہ۔! قدرت کی کیا عدالت ہے



لُطف و پاکیزگی نفس کا دریا تو ہے
کتنے غمدیدہ مریضوں کا مسیحا تو ہے

محو حیرت ہوں کہ تجھ سا کوئی دیکھانہ سنا

سَافِیٹ

سینے



میں نے بھی سینے دیکھے تھے !
 سُرخ گلاب اور چاندنی رات
 اُن سے کہوں گی دل کی بات
 کیا وہ سینے جھوٹے تھے ؟
 سینے ، سینے ہوتے ہیں !
 تلخ حقیقت ، نشترِ غم
 اُن کا نہ ملنا ، کیسا ستم
 دل کے ارماں روتے ہیں
 میری طلب تھی کسی کا درشن !
 آشنا تھی آنکھیں ہوں گی روشن
 کون تھا بیچ میں میرا دشمن ؟
 کس نے اُجاڑا میرا دشمن ؟
 خونِ جگر ہے ، سُرخ گلاب !
 چاندنی رات ، کمرے بیتاب !

(سکانیٹ) ماضی ○

یاد آتی ہیں کیوں تیری باتیں ؟
 ماضی گم شدہ کی تصویریں
 زریں افکار تیری تحریریں
 جاگتے کٹتی ہیں میری راتیں
 ایک ذرہ کو آفتاب سے پیارہ !
 بڑی جبرأت کا کارنامہ ہے
 جذبہ شوق کا فسانہ ہے
 کہیں گستاخیوں میں ہونہ شمار !
 کسے بھولوں تیری مسیحائی
 تیری نظروں نے دی تو انائی
 تو نے کی میری ہمت افزائی
 مجھ میں کیا شے تجھے نظر آئی ؟
 زندگی میں اگر نہ تو آتا
 میرا فنکار مجھ میں مرجانا !

مسافرت دوستی



دوست کہہ کر، بھلا دیا کیسے ؟
دوست میں آج بھی تمہاری ہوں

اب بھی میں تم یہ والی والی ہوں
تم نے دل سے ہٹا دیا کیسے ؟
سخت مجبوریوں نے دُور کیا !

فاصلوں پر، کچھ اختیار نہ تھا
کون کہتا ہے تم سے پیار نہ تھا
وقت نے مجھ کو چور چور کیا !
تم سے روشن ہوا تھا میرا دماغ
شخصیت تھی تمہاری ایک چراغ
تم نے مہر کا یا نہ ندگی کا باغ
تہیں کھو بیٹھنا، سلگتا داغ

تم کہاں ہو مجھے نہیں معلوم
بن تمہارے ہوں میں بہت مغموم

سکافیت رشتی



وقت کے زخم گرچہ گہرے ہیں
کسی مرہم کا احتیاج نہیں
ناامیدی کا مجھ پہ راج نہیں

خواب اب بھی مسیگر سنہرے ہیں !
تیسرے کھا کھا کے مسکرانا پڑا

غنم دوراں مجھے ہر آنہ سکا
تندر طوفان بھی ڈر آنہ سکا

تلخ یادوں سے بھی نبھانا پڑا !
زندگی کیا تھی، ایک نوکِ سناں
لب پہ لیکن کبھی نہ آئی فغاں
جو بھی بیتا پڑی ہوئی آساں

کشتی گرہ داب میں رہی ہے رواں

مجھ میں شکتی ہے دیوتاؤں کی !

میری فطرت ہے سورہ ماؤں کی !

قطعات

(نذر سر سید)



مل جاتے ہیں نجات کے سماں کبھی کبھی
گشتی کو پار کرتے ہیں طوفاں کبھی کبھی
”سید“ کی طرح مٹیں، ملت کے واسطے
ہوتے ہیں پیدا، ایسے بھی انساں کبھی کبھی

علم و عمل کی راہ دکھاتا چلا گیا
مژدہ، حیات نو کا سناتا چلا گیا
”سید“ نے ظلمتوں کی کلائی مروڑ دی
گزر را جدھر سے دھوم مچاتا چلا گیا



کیا کیا نہ آفتیں سہیں ملت کے واسطے
اپنے کو وقف کر دیا خدمت کے واسطے
تعلیم کا پیام تھا ”سید“ کی زندگی
کوشاں رہا وہ قوم کی عظمت کے واسطے

قطعات

(نذرِ گلزار)



مرد میدان بھی تھا، مردِ مسلمان بھی تھا
صاحبِ سیف بھی تھا، صاحبِ قرآن بھی تھا
لاکھ ہیں ایک ہوا کرتا ہے ایسا پیدا
جسے انسان کہا جائے وہ انسان بھی تھا



’خفیہ‘ تھا راستہ دکھاتا تھا
روحِ خوابیدہ کو جگاتا تھا
اس کا شیوہ تھا خلق کی خدمت
ہر کسی کے وہ کام آتا تھا



گل بھی، گلزار بھی، گل افشاں بھی
دلِ پیرِ سوز لے کے خنداں بھی
یوں تو تھا مطمئن، نڈر، بے باک
قوم کے حال سے پریشاں بھی

شراب



چاہو اگر بھلا، نہ پیو تم کبھی شراب
 طاعون سے بھی بڑھ کے کرو اس سے اجتناب
 شہیمان نے بنایا ہے خود اپنے ہاتھ سے
 پینا، پلانا، میچنا، سب اس کا ہے عذاب



دشمن ہے یہ صحت کی، محبت کی، مسائل کی
 بہ باد کرنے والی ہے آہل و عیال کی
 پی کر شراب اتنا بہکتا ہے آدمی
 رہتی نہیں خبر اُسے کل کی نہ حال کی



قطعات



تپتے صحرا میں پیادہ چلنا ہوگا
 پروانہ صفت شمع پہ جلنا ہوگا
 صرف آہیں ہی نہیں عشق کی شرط
 عاشق ہو تو معشوق پہ مرنا ہوگا



دل کو تم کعبہ بنا کر دیکھو
 نقشِ باطل کا مٹا کر دیکھو
 کچھ بتوں سے نہ ملے گا ہرگز
 اللہ سے تم کو تو لگا کر دیکھو



وہ دے رہا ہے تم لینا سیکھو
 دامن میں نعتوں کا سمونا سیکھو
 دستگیری کو ہے آمادہ کوئی دستِ کرم
 تم ہاتھ میں ہاتھ تو دینا سیکھو

قطعتا



تمہیکہ قدموں میں جب سے آ بیٹھے
 غمِ دوراں کو ہم بھلا بیٹھے
 کتنی تنہائیاں تھیں، وحشت تھی
 اب اس احساس کو میرا بیٹھے



عجب البیلی سالی سالی راتیں
 گزرنے کے پھر نہ آنے والی راتیں
 ہمیں بھارت میں اکثر آئیں گی یاد
 یہ پاکستان کی متوالی راتیں



بلایا تو نے مجھے کیسے اہتمام کے ساتھ
 قدم قدم پہ سواگت ہے صبح و شام کے ساتھ
 یہی ہے آرزو میری یہی طلب میری
 کہ میرا نام بھی آجائے تمہیکہ نام کے ساتھ